قادیانی مسئلہ

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلامک پبلی کیشنز

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۳۔ ای۔ شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

طابع: ——— پروفیسر محمد امین جاوید، مینجنگ ڈائریکٹر

ناشر: ——— اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۳۔ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور

مطبع: ——— ماڈرن پرنٹرز، لاہور

اشاعت:

۱ تا ۱۷	جولائی	۱۹۹۶ء تک		۸۹۰۰
۱۸	مارچ	۱۹۹۸ء	مجلّد	۱۱۰۰
″	″	″	پیپر بیک	۱۱۰۰

قیمت: اعلیٰ ایڈیشن مجلّد -/۴۵ روپے

″ پیپر بیک -/۳۶ ″

فہرست مضامین

عرض ناشر

۱۹۵۳ء میں پاکستان کے طول و عرض میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے ایک ہمہ گیر مطالبے کی لہر اٹھی اور عامۃ المسلمین نے جگہ جگہ قادیانی مسئلے پر اپنے گہرے اضطراب کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ اس پر آشوب زمانے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ صاحب نے عوام الناس کو آئینی حدود کے اندر رکھنے اور خواص کے بااثر طبقے کو اصل مسئلہ سے آگاہ کرنے کے لیے علمی اور تحقیقی انداز میں ایک پمفلٹ "قادیانی مسئلہ" تالیف کیا، جس کی بڑے پیمانے پر اشاعت ہوئی اور لاکھوں افراد نے اس کو پڑھا۔

ایک عرصے سے یہ پمفلٹ دستیاب نہ تھا۔ احباب و قارئین کے بار بار اصرار پر اب ہم اس پمفلٹ کو مندرجہ ذیل نئی ترتیب اور اضافوں کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ قادیانی مسئلہ۔ مکمل

۲۔ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں مولانا مودودیؒ کے پہلے بیان کے ضروری اقتباسات

۳۔ تحقیقاتی عدالت میں مولانا مودودیؒ کے دوسرے بیان کے اقتباسات

۴۔ تحقیقاتی عدالت میں مولانا مودودیؒ کے دوسرے بیان کے اقتباسات

۵۔ تحقیقاتی عدالت میں مولانا مودودیؒ کے تیسرے بیان کے اقتباسات۔

ہمیں امید ہے کہ اس شکل میں کتاب کی جامعیت اور افادیت میں اضافہ ہو جائے گا اور قادیانی مسئلہ کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

اگر اس کتاب کے ساتھ ہماری کتاب "ختمِ نبوت" مصنفہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (جو علیحدہ طبع کیا گیا ہے) کا مطالعہ کیا جائے تو قادیانیت کے ہر پہلو سے پوری واقفیت حاصل ہو جائے گی۔

جو حضرات اس سے زیادہ تفصیلات کے خواہاں ہوں ان کو ہم اپنی کتاب "قادیانی مسئلہ اور اس کے سیاسی، دینی اور تمدنی پہلو" مصنفہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے مطالعہ کا مشورہ دیتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

نیاز مند

مینجنگ ڈائریکٹر

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ،

لاہور (پاکستان)

لاہور۔ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ

مطابق ۲۱ اگست ۱۹۶۷ء

دیباچہ

اس مختصر کتابچہ میں وہ تمام دلائل جمع کر دیئے گئے ہیں جن کی بنا پر ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دیا جائے۔ اس کے ساتھ ان تمام اعتراضات اور عذرات کا جواب بھی دیا گیا ہے جو اس مطالبے کے خلاف مختلف حلقوں سے پیش کئے جاتے ہیں۔

جمہوری نظام کا یہ مسلّم قاعدہ ہے کہ یا تو دلیل سے بات مانو یا دلیل سے منواؤ۔ محض طاقت کے بل پر ایک معقول و مدلّل بات کو رد کر دینا جمہوریت نہیں ہے۔ اس لئے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ملک کے آئین ساز حضرات یا تو دلیل سے ہماری بات مانیں، یا نہیں تو سامنے آکر اپنے وہ دلائل پیش کریں جن کی بنا پر وہ ہماری اس بات کو نہیں مانتے۔ محض اس بھروسے پر کہ مجلسِ آئین ساز میں انہیں اکثریت حاصل ہے اگر وہ ایک معقول عوامی مطالبے کو بلا دلیل رد کریں گے تو یہ ان کے اپنے ہی حق میں نقصان دہ ہو گا۔ عوامی مطالبہ آخر کار پورا ہو کر ہی رہے گا۔

ابوالاعلیٰ مودودی

قادیانی مسئلہ

گذشتہ ماہ جنوری ۱۹۵۳ء میں پاکستان کے ۳۳ سربر آوردہ علماء نے تازہ دستوری سفارشات پر غور و خوض کر کے جو اصلاحات اور جوابی تجاویز مرتب کی ہیں ان میں سے ایک اہم تجویز یہ بھی ہے کہ ان تمام لوگوں کو جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں، ایک جداگانہ اقلیت قرار دیا جائے اور ان کے لئے پنجاب سے مرکزی اسمبلی میں ایک نشست مخصوص کر دی جائے۔ جہاں تک علماء کی دوسری تجاویز کا تعلق ہے، ان کی معقولیت تو اتنی واضح ہے کہ علماء کے مخالفین کو بھی ان پر کچھ کہنے کی ہمت نہ ہو سکی اور اگر انہوں نے کچھ کہا بھی تو وہ جگر سوختہ کے دھوئیں سے زیادہ نہ تھا جس کا ملک کے پڑھے لکھے اور ذی فہم لوگوں کی نگاہ میں کوئی وزن نہیں ہو سکتا لیکن اس خاص تجویز کے بارے میں ہم محسوس کرتے ہیں کہ قادیانی مسئلے کا بہترین حل ہونے کے باوجود، تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد ابھی تک اس کی صحت و معقولیت کی قائل نہیں ہو سکی ہے، اور پنجاب و بہاول پور کے ماسوا اور دوسرے علاقوں، خصوصاً بنگال میں، ابھی عوام الناس بھی پوری طرح اس کا وزن محسوس نہیں کر رہے ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان صفحات میں پوری وضاحت کے ساتھ وہ دلائل بیان کر دیں جن کی بنا پر علماء نے بالاتفاق یہ تجویز پیش کی ہے۔

ختم نبوت کی نئی تفسیر

واقعہ یہ ہے کہ قادیانیوں کا مسلمانوں سے الگ ایک امت ہونا اس پوزیشن کا ایک لازمی منطقی نتیجہ ہے جو انہوں نے خود اختیار کی ہے۔ وہ اسباب ان کے اپنے ہی

پیدا کردہ ہیں جو انہیں مسلمانوں سے کاٹ کر ایک جداگانہ ملت بنا دیتے ہیں۔

پہلی چیز جو انہیں مسلمانوں سے جدا کرتی ہے وہ ختم نبوت کی نئی تفسیر ہے جو انہوں نے مسلمانوں کی متفق علیہ تفسیر سے ہٹ کر اختیار کی۔ ساڑھے تیرہ سو سال سے تمام مسلمان بالاتفاق یہ مانتے رہے ہیں اور آج بھی یہی مانتے ہیں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد اب کوئی نبی مبعوث ہونے والا نہیں ہے۔ ختمِ نبوت کے متعلق قرآن مجید کی تصریح کا یہی مطلب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا اور اسی لئے انہوں نے ہر اس شخص کے خلاف جنگ کی جس نے حضور ﷺ کے بعد دعوائے نبوت کیا۔ پھر یہی مطلب بعد کے ہر دور میں تمام مسلمان سمجھتے رہے جس کی بنا پر مسلمانوں نے اپنے درمیان کبھی کسی ایسے شخص کو برداشت نہیں کیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ لیکن قادیانی حضرات نے تاریخ میں پہلی مرتبہ "خاتم النبین" کی یہ نرالی تفسیر کی کہ نبی ﷺ "نبیوں کی مہر" ہیں اور اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ حضور ﷺ کے بعد اب جو بھی نبی آئے گا اس کی نبوت آپ کی مہرِ تصدیق لگ کر مصدقہ ہو گی۔

اس کے ثبوت میں قادیانی لٹریچر کی بکثرت عبارتوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے، مگر ہم صرف تین حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں:

> "خاتم النبین کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ خاتمُ النّبین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے"۔

(ملفوظات احمدیہ مرتبہ محمد منظور الٰہی صاحب قادیانی، حصہ پنجم ص ۲۹۰)

"ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم ﷺ خاتم النبین ہیں مگر ختم کے معنی وہ نہیں جو "احسان" کا سواد اعظم سمجھتا ہے اور جو رسول کریم ﷺ کی شان اعلیٰ و ارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا۔ بلکہ یہ ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ اب وہی نبی ہو گا جس کی آپ ﷺ تصدیق کریں گے ...... انہی معنوں میں ہم رسول کریم ﷺ کو خاتم النبین سمجھتے ہیں"۔

(الفضل، قادیان، مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء)

"خاتم مہر کو کہتے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ مہر ہوئے تو اگر ان کی امت میں کسی قسم کا نبی نہیں ہو گا تو وہ مہر کس طرح ہوئے یا مہر کس پر لگے گی؟"

(الفضل قادیان، مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۲۲ء)

تفسیر کا یہ اختلاف صرف ایک لفظ کی تاویل و تفسیر تک ہی محدود نہ رہا بلکہ قادیانیوں نے آگے بڑھ کر صاف صاف اعلان کر دیا کہ نبی ﷺ کے بعد ایک نہیں، ہزاروں نبی آ سکتے ہیں۔ یہ بات بھی ان کے اپنے واضح بیانات سے ثابت ہے جن میں سے صرف چند کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

"یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے"۔

(حقیقۃ النبوت مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان، ص ۲۲۸)

"انہوں نے (یعنی مسلمانوں نے) یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا کے

خزانے ختم ہو گئے ...... ان کا یہ سمجھنا خدا تعالیٰ کی ---- قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے، ورنہ ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے"۔

(انوار خلافت، مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ ص ۶۲)

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے، کذاب ہے، آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں"۔

(انوار خلافت ص ۶۵)

مرزا غلام احمد صاحب کا دعوائے نبوت

اس طرح نبوت کا دروازہ کھول کر مرزا غلام احمد صاحب نے خود اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور قادیانی گروہ نے ان کو حقیقی معنوں میں نبی تسلیم کیا۔ اس کے ثبوت میں قادیانی حضرات کی بے شمار مستند تحریرات میں سے چند یہ ہیں :

"اور مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد صاحب" نے بھی اپنی کتابوں میں اپنے دعوائے رسالت و نبوت کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں"۔

(دیکھو بدر، ۵ مارچ ۱۹۰۸)

یا جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہو گا۔ اور جس حالت میں

خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ اس دنیا سے گذر جاؤں"۔

(دیکھو خط حضرت مسیح موعود بہ طرف ایڈیٹر اخبار عام لاہور)

یہ خط حضرت مسیح موعود نے اپنی وفات سے صرف تین دن پہلے یعنی ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا اور آپ کے یوم وصال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام میں شائع ہوا"۔

کلمۃ الفصل مصنفہ صاحب زادہ بشیر احمد صاحب قادیانی۔ مندرجہ ریویو آف ریلیجنز نمبر ۳، جلد ۱۴، صف ۱۱۰)

"پس شریعت اسلامی نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں"۔

(حقیقۃ النبوت، مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان ص ۱۷۴)

دعوائے نبوت کے لازمی نتائج

نبوت کے دعوے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص بھی اس نبوت پر ایمان نہ لائے وہ کافر قرار دیا جائے۔ چنانچہ قادیانیوں نے یہی کیا۔ وہ ان تمام مسلمانوں کو اپنی تحریر و تقریر میں علانیہ کافر قرار دیتے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب کو نبی نہیں مانتے۔ اس کے ثبوت میں ان کی چند صریح عبارتیں یہ ہیں:

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

(آئینہ صداقت مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان ص ۳۵)

ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا یا محمد ﷺ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے"۔ کلمۃُ الفصل، مصنفہ صاحب زادہ بشیر احمد صاحب قادیانی، مندرجہ ریویو آف ریلجنز ص ۱۱۰)

ہم چونکہ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور غیر احمدی آپ کو نبی نہیں مانتے اس لئے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کہ کسی نبی کا انکار بھی کفر ہے غیر احمدی کافر ہیں"۔

"بیان مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب باجلاس سب جج عدالت گورداسپور، مندرجہ اخبار (الفضل مورخہ ۲۶/۲۹ جون ۱۹۲۲)

قادیانیوں کا مسلمانوں سے جدا مذہب

وہ صرف یہی نہیں کہتے کہ مسلمانوں سے ان کا اختلاف محض مرزا صاحب کی نبوت کے معاملے میں ہے، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا، ہمارا اسلام، ہمارا قرآن، ہماری نماز، ہمارا روزہ، غرض ہماری ہر چیز مسلمانوں سے الگ ہے۔ ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء کے الفضل میں خلیفہ صاحب کی ایک تقریر "طلباء کو نصائح" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی جس میں انہوں نے اپنی جماعت کے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان کیا اختلاف ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں :

"ورنہ حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ ان کا (یعنی مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور، ہمارا حج اور ہے ان کا حج اور، اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔

۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء کے الفضل میں خلیفہ صاحب کی ایک اور تقریر شائع ہوئی ہے جس میں وہ اس بحث کا ذکر کرتے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی میں اس مسئلے پر چھڑ گئی تھی کہ احمدیوں کو اپنا ایک مستقل مدرسہ دینیات قائم کرنا چاہیے یا نہیں۔ اس وقت ایک گروہ کی رائے یہ تھی کہ نہیں کرنا چاہئے، اور ان کی دلیل یہ تھی کہ "ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں چند مسائل کا اختلاف ہے، ان مسائل کو حضرت مسیح موعودؑ نے حل کر دیا ہے اور ان کے دلائل بتا دیئے ہیں، باقی باتیں دوسرے مدرسوں سے سیکھی جا سکتی ہیں"۔ دوسرا گروہ اس کے برعکس رائے رکھتا تھا۔ اس دوران میں مرزا غلام احمد صاحب آ گئے اور انہوں نے یہ ماجرا سن کر اپنا فیصلہ دیا۔ اس کے فیصلے کو خلیفہ صاحب ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں :

> "یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے ہمیں اختلاف ہے"۔

نئے مذہب کے نتائج

اس ہمہ گیر اختلاف کو اس کے آخر منطقی نتائج تک بھی قادیانیوں نے خود ہی پہنچا دیا اور مسلمانوں سے تمام تعلقات منقطع کر کے ایک الگ امت کی حیثیت سے اپنی اجتماعی تنظیم کر لی۔ اس کی شہادت قادیانیوں کی اپنی تحریرات سے ہمیں یہ ملتی ہے :

> "حضرت مسیح موعود نے سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ کسی احمدی کو غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ باہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے اتنی

دفعہ ہی میں یہی جواب دوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں، جائز نہیں، جائز نہیں"۔ (انوار خلافت، مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان۔ ص ۸۹)

ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں"۔

(انوار خلافت۔ ص ۹۰)

"اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مرجائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے، وہ تو مسیح موعود کا منکر نہیں؟ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا؟---- غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا، اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے"۔

(انوار خلافت۔ ص ۹۳)

حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی باوجودیکہ وہ بار بار

توبہ کرتا رہا"۔

(انوار خلافت۔ ص ۹۳۔ ۹۴)

حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریم نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں؟ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی، دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے۔ اور دنیوی تعلق کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے، تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریم نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے"۔

(کلمۃ الفصل۔ مندرجہ ریویو آف ریلیجنز ص ۱۲۹)

یہ قطع تعلق صرف تحریر و تقریر ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ پاکستان کے لاکھوں آدمی اس بات کے شاہد ہیں کہ قادیانی عملاً بھی مسلمانوں سے کٹ کر ایک الگ امت بن چکے ہیں۔ نہ وہ ان کے ساتھ نماز کے شریک، نہ جنازے کے، نہ شادی بیاہ کے۔ اب اس کے بعد آخر کون سی معقول وجہ رہ جاتی ہے کہ ان کو اور مسلمانوں کو زبردستی ایک امت میں باندھ رکھا جائے؟ جو علیحدگی نظریئے اور عمل میں فی الواقع رونما ہو چکی ہے

اور پچاس برس سے قائم ہے، آخر اب اسے آئینی طور پر کیوں نہ تسلیم کرلیا جائے؟

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی تحریک نے ختم نبوت کی ان حکمتوں اور مصلحتوں کو اب تجربے سے ثابت کر دیا ہے جنہیں پہلے محض نظری حیثیت سے سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل تھا۔ پہلے ایک شخص یہ سوال کر سکتا تھا کہ آخر کیوں محمد عربی ﷺ کی نبوت کے بعد دنیا سے ہمیشہ کے لئے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ لیکن اب اس قادیانی تجربے نے عملاً یہ ثابت کر دیا کہ امت مسلمہ کی وحدت اور استحکام کے لئے ایک نبی کی متابعت پر تمام کلمہ گویانِ توحید کو مجتمع کر دینا اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے اور نئی نئی نبوتوں کے دعوے کس طرح ایک امت کو پھاڑ کر اس کے اندر مزید امتیں بنانے اور اس کے اجزاء کو پارہ پارہ کر دینے کے موجب ہوتے ہیں۔ اب اگر یہ تجربہ ہماری آنکھیں کھول دے اور ہم اس نئی امت کو مسلمانوں سے کاٹ کر الگ کر دیں تو پھر کسی کو نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھنے اور امتِ مسلمہ کے اندر پھر سے قطع و برید کا سلسلہ شروع کرنے کی ہمت نہ ہوگی ورنہ ہمارے اس ایک قطع و برید کو برداشت کر لینے کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم ایسے ہی دوسرے بہت سے حوصلہ مندوں کی ہمت افزائی کر رہے ہیں۔ ہمارا آج کا تحمل کل دوسروں کے لئے نظیر بن جائے گا اور معاملہ ایک قطع و برید پر ختم نہ ہوگا۔ بلکہ آئے دن ہمارے معاشرے کو نئی نئی پراگندگیوں کے خطرے سے دوچار ہونا پڑے گا۔

قادیانیوں کو علیحدہ امت قرار دینے کا مطالبہ

یہ ہے وہ اصل دلیل جس کی بنا پر ہم قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس دلیل کا کوئی معقول جواب کسی کے پاس نہیں ہے۔ مگر سامنے سے مقابلہ کرنے کے بجائے چند دوسرے سوالات چھیڑے جاتے

ہیں جو براہِ راست نفسِ معاملہ سے متعلق نہیں ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے :۔ کہ مسلمانوں میں اس سے پہلے بھی مختلف گروہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں اگر اسی طرح ایک ایک کی تکفیر پر دوسرے کو امت سے کاٹ دینے کا سلسلہ شروع کر دیا جائے تو سرے سے کوئی امت مسلمہ باقی ہی نہ رہے گی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں قادیانیوں کے علاوہ چند اور گروہ بھی ایسے موجود ہیں جو نہ صرف بنیادی عقائد میں سواد اعظم سے گہرا اختلاف رکھتے ہیں۔ بلکہ عملاً انہوں نے اپنی اجتماعی شیرازہ بندی مسلمانوں سے الگ کر رکھی ہے اور قادیانیوں کی طرح وہ بھی سارے مذہبی و معاشرتی تعلقات مسلمانوں سے منقطع کئے ہوئے ہیں۔ پھر کیا ان سب کو بھی امت سے کاٹ پھینکا جائے گا؟ یا یہ معاملہ کسی خاص ضد کی وجہ سے صرف قادیانیوں ہی کے ساتھ کیا جا رہا ہے؟ آخر قادیانیوں کا وہ خاص قصور کیا ہے۔ جس کی بنا پر اس طرح کے دوسرے گروہوں کو چھوڑ کر خصوصیت کے ساتھ ان ہی کو الگ کرنے کے لئے اتنا اصرار کیا جاتا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ علیحدگی کا مطالبہ تو اقلیت کیا کرتی ہے، مگر یہ عجیب ماجرا ہے کہ آج اکثریت کی طرف سے اقلیت کو الگ کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے حالانکہ اقلیت اس کے ساتھ رہنے پر مصر ہے۔

بعض لوگوں کے ذہن پر یہ خیال بھی مسلط ہے کہ قادیانی حضرات ابتداء سے عیسائیوں، آریہ سماجیوں اور دوسرے حملہ آوروں کے مقابلے میں اسلام کی مدافعت کرتے رہے ہیں اور دنیا بھر میں وہ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ ان کے ساتھ یہ سلوک زیبا نہیں ہے۔

اور آخر میں اب یہ بات بھی بڑے معتبر ذرائع سے سننے میں آئی ہے کہ

قادیانیوں کے خلاف یہ قدم اٹھانا ہمارے ذمہ داران حکومت کے نزدیک پاکستان کے لئے سیاسی حیثیت سے بہت نقصان دہ ہے۔ کیونکہ ان کی رائے میں قادیانی وزیر خارجہ کا ذاتی اثر انگلستان اور امریکہ میں بہت زیادہ ہے اور ہم کو ان ملکوں سے جو کچھ بھی مل سکتا ہے ان ہی کے توسط سے مل سکتا ہے۔

ذمہ دارانِ حکومت کا رویہ

آخری بات چونکہ ذرا مختصر ہے اس لئے پہلے ہم اسی کا جواب دیں گے۔ پھر دوسرے سوالات پر بحث کریں گے۔

اگر یہ واقعہ ہے کہ ہمارے ذمہ دارانِ حکومت یہی خیال رکھتے ہیں تو ہمارے نزدیک ایسے کوڑ مغز اور کند ذہن لوگوں کی قیادت سے یہ ملک جتنی جلدی نجات پا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔ جو لوگ ایک ملک کی قسمت کو کسی ایک شخص یا چند اشخاص پر منحصر سمجھتے ہیں وہ ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی پاکستان کی زمامِ کاران کے ہاتھ میں رہنے دی جائے۔ انگلستان اور امریکہ میں کوئی سیاسی مدبر اتنا احمق نہیں ہو سکتا کہ وہ آٹھ کروڑ کی آبادی رکھنے والے ایک عظیم الشان ملک اور اس کے ذرائع و وسائل اور اس کے جغرافی محل وقوع کا وزن محسوس کرنے کے بجائے صرف ایک شخص کا وزن محسوس کرے، اور اس ملک کے ساتھ جو کچھ بھی معاملہ کرے اس شخص کی خاطر کرے، اور اس شخص کے ہٹتے ہی پورے ملک سے اس لئے روٹھ جائے کہ تم نے اسی ایک آدمی کو ہٹا دیا جس کے پاس خاطر سے ہم تمہیں "روٹی کپڑا" دے رہے تھے! یہ احمقانہ بات اگر انگلستان اور امریکہ کے لوگ سن پائیں تو وہ ہمارے "مدبرین عظام" کی عقل و خرد پر بے اختیار ہنس پڑیں گے اور انہیں سخت حیرت ہوگی کہ ایسے ایسے طفلِ مکتب اس بدقسمت ملک کے سربراہ کار بنے ہوئے ہیں جنہیں اتنی موٹی سی بات بھی

معلوم نہیں ہے کہ باہر کی دنیا میں قادیانی وزیر خارجہ کو جو کچھ بھی اہمیت حاصل ہے پاکستان کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ پاکستان کی اہمیت اس خاص وزیر خارجہ کے طفیل۔

اب ہم اوپر کے سوالات میں سے ایک ایک کو لے کر سلسلہ وار ان کا جواب دیتے ہیں۔

مسلمانوں میں شغلِ تکفیر

بلاشبہ مسلمانوں میں یہ ایک بیماری پائی جاتی ہے کہ ان کے مختلف گروہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہے ہیں اور اب بھی بعض گروہوں کا یہ شغلِ نامبارک جاری ہے۔ لیکن اس کو حجت بنا کر قادیانی گروہ کو امتِ مسلمہ میں شامل رکھنا کئی وجوہ سے غلط ہے۔

اولاً، اس شغلِ تکفیر کی بعض غلط اور بری مثالوں کو پیش کر کے یہ کلی حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ تکفیر ہمیشہ غلط ہی ہوتی ہے اور سرے سے کسی بات پر کسی کی تکفیر ہونی ہی نہ چاہئے۔ فروعات کے ذرا ذرا سے اختلافات پر تکفیر کر دینا اگر ایک غلط حرکت ہے تو اسی طرح دین کی بنیادی حقیقتوں سے کھلے کھلے انحراف پر تکفیر نہ کرنا بھی سخت غلطی ہے۔ جو لوگ بعض علماء کی بے جا تکفیر بازی سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ ہر قسم کی تکفیر سرے سے ہی بے جا ہے ان سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ہر شخص ہر حال میں مسلمان ہی رہتا ہے خواہ وہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے یا نبوت کا مدعی ہو یا اسلام کے بنیادی عقائد سے صریحاً منحرف ہو جائے؟۔

ثانیاً، مسلمانوں کے جن گروہوں کی باہمی تکفیر بازی کو آج حجت بنایا جا رہا ہے۔ ان کے سربر آوردہ علماء ابھی ابھی کراچی میں سب کے سامنے جمع ہوئے تھے اور انہوں

نے بالاتفاق اسلامی حکومت کے اصول مرتب کئے تھے۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے ہوئے ہی یہ کام کیا۔ اس سے بڑھ کر اس بات کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کے بعض عقائد کو کافرانہ عقائد کہنے اور سمجھنے کے باوجود ایک دوسرے کو خارج از دائرۂ اسلام نہ کہتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں؟ لہٰذا یہ اندیشہ بالکل فرضی ہے کہ قادیانیوں کو الگ کرنے کے بعد مختلف گروہوں کو امت سے کاٹ پھینکنے کا ایک سلسلہ چل پڑے گا۔

ثالثاً، قادیانیوں کی تکفیر کا معاملہ دوسرے گروہوں کی باہمی تکفیر بازی سے بالکل مختلف نوعیّت رکھتا ہے۔ قادیانی ایک نئی نبوت لے کر اٹھے ہیں جو لازماً ان تمام لوگوں کو ایک امت بناتی ہے جو اس نبوت پر ایمان لے آئیں اور ان تمام لوگوں کو کافر بنا دیتی ہے جو اس پر ایمان نہ لائیں۔ اسی بنا پر قادیانی تمام مسلمانوں کی تکفیر پر متفق ہیں اور تمام مسلمان ان کی تکفیر پر متفق۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت بڑا بنیادی اختلاف ہے جس کو مسلمانوں کے باہمی فروعی اختلافات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

مسلمانوں میں دوسرے فرقے

بلاشبہ مسلمانوں میں قادیانیوں کے علاوہ بعض اور گروہ بھی ایسے موجود ہیں جو اسلام کی بنیادی حقیقتوں میں مسلمانوں سے اختلاف رکھتے ہیں اور مذہبی معاشرتی تعلقات منقطع کر کے اپنی جداگانہ تنظیم کر چکے ہیں۔ لیکن چند وجوہ ایسے ہیں جن کی بنا پر ان کا معاملہ قادیانیوں سے بالکل مختلف ہے۔

وہ مسلمانوں سے کٹ کر بس الگ تھلگ ہو بیٹھے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے چند چھوٹی چھوٹی چٹانیں ہوں جو سرحد پر پڑی ہوئی ہوں۔ اس لئے ان کے وجود پر صبر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن قادیانی مسلمانوں کے اندر مسلمان بن کر گھستے ہیں، اسلام کے نام سے

اپنے مسلک کی اشاعت کرتے ہیں، مناظرہ بازی اور جارحانہ تبلیغ کرتے پھرتے ہیں اور مسلم معاشرے کے اجزاء کو توڑ توڑ کر اپنے جداگانہ معاشرے میں شامل کرنے کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی بدولت مسلم معاشرے میں اختلال و انتشار کا ایک مستقل فتنہ برپا ہے جس کی وجہ سے ان کے معاملے میں ہمارے لئے وہ صبر ممکن نہیں ہے۔ جو دوسرے گروہوں کے معاملے میں کیا جا سکتا ہے۔

ان گروہوں کا مسئلہ ہمارے لئے صرف ایک دینیاتی مسئلہ ہے کہ آیا اپنے مخصوص عقائد کی بنا پر وہ اسلام کے پیرو سمجھے جا سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر بالفرض وہ اسلام کے پیرو نہ بھی مانے جائیں تو جس جمود کی حالت میں وہ ہیں اس کی وجہ سے ان کا مسلمانوں میں شامل رہنا ہمارے لئے نہ خطرۂ ایمان ہے اور نہ کوئی معاشرتی، معاشی یا سیاسی مسئلہ ہی پیدا کرتا ہے۔ لیکن مسلمانوں میں قادیانی مسلک کی مسلسل تبلیغ ایک طرف لاکھوں ناواقف دین مسلمانوں کے لئے ایمان کا خطرہ بنی ہوئی ہے۔ اور دوسری طرف جس خاندان میں بھی ان کی یہ تبلیغ کارگر ہو جاتی ہے وہاں فوراً ایک معاشرتی مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہیں شوہر اور بیوی میں جدائی پڑ رہی ہے، کہیں باپ اور بیٹے ایک دوسرے سے کٹ رہے ہیں، اور کہیں بھائی اور بھائی کے درمیان شادی و غم کی شرکت تک کے تعلقات منقطع ہو رہے ہیں، اس پر مزید یہ کہ قادیانیوں کی جتھ بندی سرکاری دفتروں میں، تجارت میں، صنعت میں، زراعت میں، غرض زندگی کے ہر میدان میں مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہے جس سے معاشرتی مسئلے کے علاوہ اور دوسرے مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں۔

قادیانیوں کے سیاسی عزائم

پھر دوسرے گروہوں کے کوئی ایسے سیاسی رجحانات نہیں ہیں جو ہمارے لئے

کسی حیثیت سے خطرناک ہوں اور ہمیں مجبور کرتے ہوں کہ ہم فوراً ان کے مسئلے کو حل کرنے کی فکر کریں۔ لیکن قادیانیوں کے اندر بعض ایسے خطرناک سیاسی رجحانات پائے جاتے ہیں جن سے کسی طرح آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔

ان کو ابتداء سے یہ احساس رہا ہے کہ ایک نئی نبوت کا دعویٰ لے کر جو شخص یا گروہ اٹھے اس کا کسی آزاد و بااختیار مسلم سوسائٹی کے اندر پنپنا مشکل ہے۔ وہ مسلم قوم کے مزاج سے واقف ہیں کہ وہ طبعًا ایسے دعووں سے متنفر ہے جو ماننے اور نہ ماننے والوں کے درمیان کفر و اسلام کی تفریق کر کے نظام دین کو اور اسلامی معاشرے کے نظام کو درہم برہم کرتے ہوں وہ مسلمانوں کی تاریخ سے واقف ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک اس طرح کے مدعیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا رہا ہے۔ انہیں خوب معلوم ہے کہ جہاں حکومت مسلمانوں کے اپنے ہاتھ میں ہو وہاں نئی نئی نبوتوں کے چراغ نہ کبھی جلنے دیئے گئے ہیں اور نہ آئندہ کبھی امید کی جاسکتی ہے کہ جلنے دیئے جائیں گے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ صرف ایک غیر مسلم حکومت ہی میں آدمی کو یہ آزادی مل سکتی ہے کہ حکومت کو اپنی وفاداری و خدمت گزاری کا پورا اطمینان دلانے کے بعد مذہب کے دائرے میں جو دعویٰ چاہے کرے اور مسلمانوں کے دین، ایمان اور معاشرے میں جیسے فتنے چاہے اٹھاتا رہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ اسلام کی حکومت پر کفر کی حکومت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کی شکار گاہ مسلمان قوم ہی ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کے نام پر اپیل کرتے ہیں اور قرآن و حدیث کے اسلحہ سے کام لیتے ہیں۔ لیکن ان کا مفاد یہ مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمان قوم ایک کافر اقتدار کے پنجے میں بے بس ہو کر ان کی شکار گاہ بنی رہے اور یہ اس کافر اقتدار کے پکے وفادار بن کر اس کا شکار کرتے رہیں۔ ایک آزاد خود مختار مسلمان قوم ان کے لئے بڑی سنگلاخ زمین ہے۔ جسے

وہ دل سے پسند نہیں کرتے اور نہیں کرسکتے۔

اس کے ثبوت میں مرزا غلام احمد صاحب اور ان کی جماعت کے بکثرت بیانات میں سے صرف چند کا نقل کر دینا کافی ہے:

"بلکہ اس گورنمنٹ کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گزارا ہو سکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں۔ تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اس کے برخلاف کوئی خیال اپنے دل میں رکھیں"۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اول۔ ص ۱۴۶)

"میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں"۔

(تبلیغ رسالت، مرزا غلام احمد صاحب جلد ششم ص ۹۹

"یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سائے سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانا کہاں ہے۔ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہیں قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم اس خداداد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لئے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت تمہیں بھی نابود کر دے گی۔۔۔۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے

کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سنو، انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے، تمہارے لئے ایک برکت ہے، اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو، اور ہمارے مخالف جو مسلمان ہیں ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں کیونکہ وہ ہمیں واجب القتل نہیں سمجھتے۔ وہ تمہیں بے عزت نہیں کرنا چاہتے"

(اپنی جماعت کیلئے ضروری نصیحت از مرزا غلام احمد صاحب، مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم۔ ص ۱۲۳

"ایرانی گورنمنٹ نے جو سلوک مرزا علی محمد باب بانی فرقہ بابیہ اور اس کے بیکس مریدوں کے ساتھ محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے کیا اور جو ستم اس فرقے پر توڑے گئے وہ ان دانش مند لوگوں پر مخفی نہیں ہیں جو قوموں کی تاریخ پڑھنے کے عادی ہیں۔ اور پھر سلطنت ٹرکی نے جو ایک یورپ کی سلطنت کہلاتی ہے جو برتاؤ بہاء اللہ بانی فرقہ بابیہ بہائیہ اور اس کے جلاوطن شدہ پیرودں سے ۱۸۶۳ء سے لے کر ۱۹۱۲ء تک پہلے قسطنطنیہ پھر ایڈریانوپل اور بعد ازاں مکہ کے جیل خانے میں کیا وہ بھی دنیا کے اہم واقعات پر اطلاع رکھنے والوں ر پوشیدہ نہیں ہے۔ دنیا میں تین ہی بڑی سلطنتیں کہلاتی ہیں۔ (۱) اور تینوں نے جو تنگ دلی اور تعصب کا نمونہ اس شائستگی کے زمانے میں دکھایا وہ احمدی قوم کو یہ یقین دلائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ احمدیوں کی آزادی تاج برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہے---- لہٰذا تمام سچے احمدی جو حضرت مرزا صاحب

کو مامور من اللہ اور ایک مقدس انسان تصور کرتے ہیں بدون کسی خوشامد اور چاپلوسی کے دل سے یقین کرتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ ان کے لئے فضل ایزدی اور سایہ رحمت ہے اور اس کی ہستی کو وہ اپنی ہستی خیال کرتے ہیں"۔

(الفضل۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۱۴ء)

یہ عبارات اپنی زبان سے خود کہہ رہی ہیں کہ کفار کی غلامی، جو مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی مصیبت ہے، مدعیان نبوت اور ان کے پیروؤں کے لئے وہی عین رحمت اور فضل ایزدی ہے، کیونکہ اسی کے زیر سایہ ان لوگوں کو اسلام میں نئی نئی نبوتوں کے فتنے اٹھانے اور مسلم معاشرے کی قطع و برید کرنے کی آزادی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اس کے برعکس مسلمانوں کی اپنی آزاد حکومت، جو مسلمانوں کے لئے ایک رحمت ہے، ان لوگوں کے لئے وہی ایک آفت ہے کیونکہ بااختیار مسلمان بہرحال اپنے ہی دین کی تخریب اور اپنے ہی معاشرے کی قطع و برید کو بخوشی برداشت نہیں کر سکتے۔

پاکستان میں قادیانی ریاست بنانے کا منصوبہ

اس مستقل رجحان کے علاوہ اب ایک نیا رجحان قادیانی گروہ میں یہ ابھر رہا ہے کہ وہ پاکستان کے اندر ایک قادیانی ریاست کی بنا ڈالنا چاہتے ہیں۔ قیام پاکستان کو ابھی پورا ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ ۲۳ جولائی ۱۹۴۸ء کو قادیانی خلیفہ صاحب نے کوئٹہ میں ایک خطبہ دیا جو ۱۳ اگست کے الفضل میں بایں الفاظ شائع ہوا ہے۔

"برٹش بلوچستان ---- جواب پاکی بلوچستان ہے ---- کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ یہ آبادی اگرچہ دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے مگر بوجہ ایک یونٹ ہونے کے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل

ہے۔ دنیا میں جیسے افراد کی قیمت ہوتی ہے یونٹ کی بھی قیمت ہوتی ہے۔
مثال کے طور پر امریکہ کی کانسٹی ٹیوشن ہے۔ وہاں اسٹیٹس سینٹ کے
لئے اپنے ممبر منتخب کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی اسٹیٹ کی
آبادی دس کروڑ ہے یا ایک کروڑ ہے۔ سب کی طرف سے برابر ممبر
لئے جاتے ہیں۔ غرض پاکی بلوچستان کی آبادی ۵-۶ لاکھ ہے اور اگر
ریاستی بلوچستان کو ملا لیا جائے تو اس کی آبادی ۱۱ لاکھ ہے۔ لیکن چونکہ
یہ ایک یونٹ ہے اس لئے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ
آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے۔ لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا
کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس
صوبے کو بہت جلدی احمدی بنایا جا سکتا ہے ---------- یاد رکھو تبلیغ
اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہماری BASE مضبوط نہ
ہو۔ پہلے BASE مضبوط ہو تو پھر تبلیغ پھیلتی ہے۔ بس پہلے اپنی BASE
مضبوط کر لو۔ کسی نہ کسی جگہ اپنی BASE بنا لو کسی ملک میں ہی بنا لو----
اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنا لیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو
جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ
ہو سکتا ہے"۔

یہ تقریر کسی تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ دوسرے گروہ جن کی
موجودگی کا حوالہ دے کر قادیانیوں کو برداشت کرنے کا ہمیں مشورہ دیا جاتا ہے کیا ان
میں سے بھی کوئی ایسا ہے جو اپنے مذہب کے لئے غیر مسلم اقتدار کو مفید سمجھتا ہو، اور
مسلم اقتدار قائم ہوتے ہی ریاست کے اندر اپنی ایک ریاست بنانے کی فکر میں لگ گیا

ہو؟ اگر نہیں ہے تو پھر ان کی مثال قادیانیوں پر کیوں چسپاں کی جاتی ہے؟

اکثریت کا مطالبہ علیحدگی

اب تیسرے سوال کو لیجئے، یعنی یہ کہ علیحدگی کا مطالبہ تو اقلیتیں کیا کرتی ہیں، یہاں یہ کیسی الٹی بات ہو رہی ہے کہ اکثریت اس کا مطالبہ لے کر اٹھی ہے۔

یہ سوال جو لوگ چھیڑتے ہیں، کیا براہ کرم ان میں سے کوئی صاحب کسی سیاسی انجیل کی ایسی کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں، جس میں یہ قانون کلی بیان کیا گیا ہو کہ علیحدگی کا مطالبہ کرنا صرف اقلیت ہی کے لئے جائز ہے، اکثریت ایسے کسی مطالبے کو پیش کرنے کی حق دار نہیں ہے؟ ہمیں بتایا جائے کہ یہ اصول کہاں لکھا ہے اور کس نے اسے مقرر کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مطالبات ہمیشہ ضرورت کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں اور وہی ان کو پیش کرتا ہے جسے ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ ایک مطالبہ جس ضرورت کی بنا پر کیا جا رہا ہے وہ بجائے خود معقول ہے یا نہیں۔ یہاں اختلاط کا نقصان اکثریت کو پہنچ رہا ہے نہ کہ اقلیت کو۔ اس لئے اکثریت یہ مطالبہ کرنے پر مجبور ہوتی ہے کہ اس اقلیت کو آئینی طور پر الگ کر دیا جائے جو ایک طرف عملاً الگ ہو کر علیحدگی کا پورا فائدہ اٹھا رہی ہے اور دوسری طرف اکثریت کا جزء بن کر اختلاط کے فوائد بھی سمیٹتی چلی جاتی ہے۔ ایک طرف وہ مسلمانوں سے مذہبی و معاشرتی تعلقات منقطع کر کے اپنی الگ جتھہ بندی کرتی ہے اور منظم طریقے سے ان کے خلاف ہر میدان میں کشمکش کرتی ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں میں مسلمان بن کر گھستی ہے، اپنی تبلیغ سے اپنی تعداد بڑھاتی ہے، مسلم معاشرے میں تفریق کا فتنہ برپا کرتی ہے، اور سرکاری ملازمتوں میں مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے متناسب حصے کی بہ نسبت بدرجہا زیادہ حصہ حاصل کر لیتی ہے۔

اس صورت حال کا سراسر نقصان اکثریت کو پہنچ رہا ہے اور بالکل ناجائز فائدہ اقلیت حاصل کر رہی ہے۔ پھر آخر کون سی معقول وجہ ہے کہ ایسے حالات میں اگر اقلیت علیحدگی کا مطالبہ نہیں کرتی تو اسے زبردستی اکثریت کے سینے پر مونگ دلنے کے لئے بٹھائے رکھا جائے اور اکثریت کے مطالبہ علیحدگی کو رد کر دیا جائے؟

علیحدگی کے اسباب اکثریت نے نہیں بلکہ خود اقلیت نے پیدا کئے۔ عملاً اپنا الگ معاشرہ اس نے خود بنایا۔ اکثریت سے مذہبی و معاشرتی روابط اس نے خود توڑے۔ اس روش کا فطری تقاضا یہ تھا کہ وہ خود اس علیحدگی کو تسلیم کر لیتی جو اس نے فی الواقع اختیار کی ہے۔ اسے اگر تسلیم کرنے سے وہ گریز کرتی ہے تو یہ اس سے پوچھئے کہ کیوں گریز کرتی ہے۔ اور خدا نے آپ کو دیکھنے والی آنکھیں دی ہیں تو خود دیکھئے کہ آخر اپنے ہی عمل کے لازمی نتائج قبول کرنے سے اسے کیوں گریز ہے۔ اس کی نیت اگر دغا اور فریب سے کام چلانے کی ہے تو آپ کی عقل کہاں چلی گئی ہے۔ کہ آپ خود اپنی قوم کو اس کی دغابازی کا شکار بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔

قادیانیوں کی تبلیغ کی حقیقت

آخری جواب طلب بات یہ رہ جاتی ہے کہ قادیانی حضرات اسلام کی مدافعت اور تبلیغ کرتے رہے ہیں اس لئے ان سے ایسا سلوک نہیں کرنا چاہئے۔

یہ درحقیقت ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے جس میں بالعموم ہمارے نئے تعلیم یافتہ لوگ بری طرح مبتلا ہیں۔ اس لئے ہم ان سے گزارش کرتے ہیں کہ ذرا آنکھیں کھول کر مرزا صاحب قادیانی کی حسب ذیل عبارتوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہ عبارتیں اس مذہب کے بانی کی نیت اور مقاصد کو خود ہی بڑی خوبی کے ساتھ بیان کر رہی ہے۔

"تریاق القلوب" مطبوعہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان (۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء) ضمیمہ

نمبر۳ بعنوان "حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست" میں مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں :

"بیس برس کی مدت سے میں اپنے دلی جوش سے ایسی کتابیں زبان فارسی اور عربی اور اردو اور انگریزی میں شائع کر رہا ہوں جن میں بار بار یہ لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کا فرض ہے جس کے ترک سے وہ خدا تعالیٰ کے گناہ گار ہوں گے کہ اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ اور دلی جاں نثار ہو جائیں اور جہاد اور خونی مہدی کے انتظار وغیرہ بیہودہ خیالات سے جو قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتے۔ دست بردار ہو جائیں اور اگر وہ اس غلطی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو کم سے کم یہ ان کا فرض ہے کہ اس گورنمنٹ محسنہ کے ناشکرگزار نہ بنیں اور نمک حرامی سے خدا کے گناہ گار نہ ٹھیریں"۔ (ص ۳۰۷)

آگے چل کر پھر اسی عاجزانہ درخواست میں لکھتے ہیں :

"اب میں اپنی گورنمنٹ محسنہ کی خدمت میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ بست سالہ میری خدمت ہے جس کی نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان پیش نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قدر لمبے زمانہ تک جو بیس برس کا زمانہ ہے ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکورۂ بالا پر زور دیتے جانا کسی منافق اور خود غرض کا کام نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کا کام ہے جس کے دل میں اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی ہے۔ ہاں میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نیک نیتی سے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مباحث بھی کیا کرتا ہوں اور ایسا ہی پادریوں

کے مقابل پر بھی مباحثات کی کتابیں شائع کرتا رہا ہوں اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جب کہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہو گئی اور حد اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ نور افشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی ﷺ کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا، چور تھا، زناکار تھا، اور صدہا پرچوں میں یہ شائع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیتی سے عاشق تھا اور باایں ہمہ جھوٹا تھا اور لوٹ مار اور خون کرنا اس کا کام تھا تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے۔ تاکہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بدامنی پیدا نہ ہو۔ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں بالمقابل سختی تھی کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش رکھنے والے آدمی موجود ہیں۔ ان کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہو گا"۔ (ص ۳۰۸-۳۰۹)

پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:

"سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے۔ کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اول درجے کا خیرخواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیرخواہی میں اول درجے پر بنا دیا ہے۔ (۱) اول والد مرحوم کے اثر نے (۲) دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے (۳) تیسرے خدا تعالیٰ کے الہام نے"۔ (ص ۳۰۹-۳۱۰)

انگریزی حکومت کی وفاداری

"شہادۃ القرآن" مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ طبع ششم کے ساتھ ایک ضمیمہ ہے جس کا عنوان ہے "گورنمنٹ کی توجہ کے لائق"۔ اس میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو، جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سائے میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے"۔ (ص ۳)

"تبلیغ رسالت" جلد ہفتم مطبوعہ فاروق پریس قادیان (اگست ۲۲) میں مرزا صاحب کی ایک درخواست "بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ" درج ہے جس میں وہ پہلے اپنے خاندان کی وفاداریوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ چٹھیاں نقل کرتے ہیں جو ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ خاں کو کمشنر لاہور، فنانشل کمشنر پنجاب اور دوسرے

انگریز افسروں نے ان کی وفادارانہ خدمات کے اعتراف میں عطا کی تھیں۔ نیز ان خدمات کو گنایا ہے جو ان کے خاندان کے دوسرے بزرگوں نے انجام دیں۔ پھر لکھتے ہیں

"میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریبا ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں"۔ (ص۱۰)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"اور میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیونکر امن اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں"۔ (ص۱۰)

پھر وہ اپنی کتابوں کی ایک لمبی فہرست دیتے ہیں جن سے ان کی وفادارانہ خدمات کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

"گورنمنٹ تحقیق کرے کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہزاروں مسلمانوں نے جو مجھے کافر قرار دیا اور مجھے اور میری جماعت کو جو ایک

گروہ کثیر پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہے ہر ایک طور کی بدگوئی اور بداندیشی سے ایذا دینا اپنا فرض سمجھا اس تکفیر اور ایذا کا ایک مخفی سبب یہ ہے کہ ان نادان مسلمانوں کے پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل و جان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکر گزاری کے لئے ہزارہا اشتہارات شائع کئے گئے اور ایسی کتابیں بلاد عرب و شام وغیرہ تک پہنچائی گئیں۔ یہ باتیں بے ثبوت نہیں۔ اگر گورنمنٹ توجہ فرمادے تو نہایت بدیہی ثبوت میرے پاس ہیں۔ میں زور سے کہتا ہوں اور میں دعوے سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ باعتبار مذہبی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اول درجے کا وفادار اور جاں نثار یہی نیا فرقہ ہے جس کے اصولوں میں سے کوئی اصول گورنمنٹ کے لئے خطرناک نہیں"۔ (ص ۱۳)

آگے چل کر پھر لکھتے ہیں:

"اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے، کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے"۔ (ص ۱۷)

محرکاتِ "تبلیغ"

تھوڑی دیر کے لئے اس سوال کو نظرانداز کر دیجئے کہ یہ زبان اور یہ تحریر کسی نبی کی ہو بھی سکتی ہے یا نہیں۔ ہم یہاں جس پہلو کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ اس مذہب کی تبلیغ و تلقین اور "مدافعتِ اسلام" کے وہ مقاصد اور محرکات ہیں جو بانی مذہب نے خود بیان کئے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی یہ نام نہاد "خدمتِ دین" کسی

قدر کی مستحق رہ جاتی ہے؟ اس پر بھی اگر کوئی شخص اس خدمتِ دین کی حقیقت نہ سمجھ سکتے تو ہم اس سے گزارش کریں گے کہ ذرا قادیانیوں کے اپنے ان اعترافات کو آنکھیں کھول کر پڑھے :

عرصۂ دراز کے بعد اتفاقاً ایک لائبریری میں ایک کتاب ملی جو چھپ کر نایاب بھی ہو گئی تھی۔ اس کتاب کا مصنف ہے ایک اطالوی انجینئر جو افغانسان میں ذمہ دار عہدہ پر فائز تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب (قادیانی) کو اس لئے شہید کیا گیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے اور حکومت افغانستان کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اس سے افغانوں کا جذبہ حریت کمزور ہو جائے گا اور ان پر انگریزوں کا اقتدار چھا جائے گا۔۔۔ ایسے معتبر راوی کی روایت سے یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید خاموشی سے بیٹھے رہتے اور جہاد کے خلاف کوئی لفظ بھی نہ کہتے تو حکومت افغانستان کو انہیں شہید کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل مورخہ ۶ اگست ۱۹۳۵ء)

"افغانستان گورنمنٹ کے وزیر داخلہ نے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا ہے۔ کابل کے دو اشخاص ملا عبدالحلیم چہار آسیانی و ملا نور علی دکاندار قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے تھے اور لوگوں کو اس عقیدہ کی تلقین کر کے انہیں اصلاح کی راہ سے بھٹکا رہے تھے۔ ان کے خلاف مدت سے ایک اور دعویٰ دائر ہو چکا تھا اور مملکت افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے

پائے گئے جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھ بک چکے تھے۔

(اخبار الفضل بحوالہ امان افغان۔ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۳۵ء)

"روسیہ (یعنی روس) میں اگرچہ تبلیغ احمدیت کے لئے گیا تھا لیکن چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش حکومت کے باہمی مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اس لئے جہاں میں اپنے سلسلے کی تبلیغ کرتا تھا وہاں لازماً مجھے گورنمنٹ انگریزی کی خدمت گزاری بھی کرنی پڑتی تھی"۔

(بیان محمد امین صاحب قادیانی مبلغ۔ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء)

"دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے، چنانچہ جب جرمنی میں احمدیہ عمارت کے افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن وزیر نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی کسی تقریب میں شامل ہوئے جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے"۔

(خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ۔ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۴ء)

"ہمیں امید ہے کہ برٹش حکومت کی توسیع کے ساتھ ہمارے لئے اشاعت اسلام کا میدان بھی وسیع ہو جائے گا اور غیر مسلم کو مسلم بنانے کے ساتھ ہم مسلمان کو پھر مسلمان کریں گے۔

"لارڈ ہارڈنگ کی سیاحت عراق پر اظہار خیال۔ مندرجہ الفضل مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۱۰ء)

"فی الواقع گورنمنٹ برطانیہ ایک ڈھال ہے جس کے نیچے احمدی جماعت آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اس ڈھال کو ذرا ایک طرف کر دو اور دیکھو کہ زہریلے تیروں کی کیسی خطرناک بارش تمہارے سروں پر ہوتی ہے۔ پس کیوں ہم اس گورنمنٹ کے شکر گزار نہ ہوں۔

ہمارے فوائد اس گورنمنٹ سے متحد ہو گئے ہیں اور اس گورنمنٹ کی
تباہی ہماری تباہی اور اس گورنمنٹ کی ترقی ہماری ترقی۔ جہاں جہاں
اس گورنمنٹ کی حکومت پھیلتی جاتی ہے، ہمارے لئے تبلیغ کا ایک
میدان نکلتا آتا ہے"۔

(الفضل ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

"سلسلۂ احمدیہ کا گورنمنٹ برطانیہ سے جو تعلق ہے وہ باقی تمام
جماعتوں سے نرالا ہے۔ ہمارے حالات ہی اس قسم کے ہیں کہ
گورنمنٹ اور ہمارے فوائد ایک ہو گئے ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ
برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ہمیں بھی آگے قدم بڑھانے کا موقع ملتا ہے
اور اس کو خدا نخواستہ اگر کوئی نقصان پہنچے تو اس صدمے سے ہم بھی
محفوظ نہیں رہ سکتے"۔

(خلیفہ قادیان کا اعلان مندرجہ اخبار الفضل، ۲۷ جولائی ۱۹۱۸ء)

قادیانیت کے بنیادی خدوخال

اب قادیانی جماعت کی پوری تصویر آپ کے سامنے ہے۔ اس کے بنیادی
خدوخال یہ ہیں:

۱۔ پچاس برس سے زیادہ مدت ہوئی، جب کہ انگریزی دورِ حکومت میں مسلمان غلامی
کی زندگی بسر کر رہے تھے، پنجاب میں ایک شخص نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھا۔ جس
قوم کو اللہ کی توحید اور رسالتِ محمدی ﷺ کے اقرار نے ایک قوم، ایک ملت اور
ایک معاشرہ بنا رکھا تھا اس کے اندر اس شخص نے یہ اعلان کیا کہ مسلمان ہونے کے
لئے توحید و رسالتِ محمدی پر ایمان لانا کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ میری نبوت

پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور جو اس پر ایمان نہ لائے وہ توحید و رسالت محمدی ﷺ پر ایمان رکھنے کے باوجود کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

۲۔ اس بنیاد پر اس نے مسلم معاشرے میں کفر و ایمان کی نئی تفریق پیدا کی اور جو لوگ اس پر ایمان لائے ان کو مسلمانوں سے الگ ایک امت اور ایک معاشرے کی شکل میں منظم کرنا شروع کر دیا۔ اس نئی امت اور مسلمانوں کے درمیان اعتقاداً اور عملاً ویسی ہی جدائی پڑ گئی جیسی ہندوؤں اور عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان تھی۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ نہ عقیدے میں شریک رہی نہ عبادت میں، نہ رشتے ناطے میں، اور نہ شادی و غم میں۔

۳۔ بانی مذہب کو اول روز سے یہ احساس تھا کہ مسلم معاشرہ اپنی اس قطع و برید کو بخوشی برداشت نہیں کرے گا اور نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس نے اور اس کے جانشینوں نے نہ صرف ایک پالیسی کے طور پر انگریزی حکومت کی پختہ وفاداری و خدمت گزاری کا رویہ اختیار کیا بلکہ عین اپنے موقف کے فطری تقاضے سے ہی انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کا مفاد لازماً غلبہ کفر کے ساتھ وابستہ ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ہندوستان ہی میں نہیں، تمام دنیا میں اس بات کے خواہش مند رہے اور عملاً اس کے لئے کوشاں رہے کہ آزاد مسلمان قومیں بھی انگریزوں کی غلام ہو جائیں تاکہ ان میں اس نئے مذہب کی اشاعت کے لئے راہ ہموار ہو سکے۔

۴۔ اس طرح بیرونی اقتدار سے گٹھ جوڑ کر کے اس جماعت نے مسلمانوں کی ان تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا جو گذشتہ نصف صدی میں اسے مسلمانوں سے خارج کرنے کے لئے کی گئیں اور انگریزی حکومت اس بات پر مصر رہی کہ یہ گروہ مسلمانوں سے الگ، بلکہ ہر چیز میں ان کا مخالف ہونے کے باوجود ان ہی میں شامل رہے گا۔

اس تدبیر سے مسلمانوں کو دہرا نقصان اور قادیانی جماعت کو دہرا فائدہ پہنچایا گیا۔

الف، عام مسلمانوں کو علماء کی تمام کوششوں کے باوجود یہ باور کرایا جاتا رہا کہ قادیانیت اسلام ہی کا ایک فرقہ اور قادیانی گروہ مسلم معاشرے ہی کا ایک حصہ ہے۔ اس طرح قادیانیت کے لئے مسلمانوں میں پھیلنا زیادہ آسان ہو گیا کیونکہ اس صورت میں ایک مسلمان کو قادیانیت اختیار کرتے ہوئے یہ اندیشہ لاحق نہیں ہوتا کہ وہ اسلام سے نکل کر کسی دوسرے معاشرے میں جا رہا ہے۔ قادیانیوں کو اس سے یہ فائدہ پہنچا کہ وہ مسلمانوں میں سے برابر آدمی توڑ توڑ کر اپنی تعداد بڑھاتے رہے۔ اور مسلمانوں کو یہ نقصان پہنچا کہ ان کے معاشرے میں ایک بالکل الگ اور مخالف معاشرہ سرطان کی طرح اپنی جڑیں پھیلاتا رہا جس کی بدولت ہزار ہا خاندانوں میں تفرقے برپا ہو گئے خصوصیت کے ساتھ پنجاب اس کا سب سے زیادہ شکار ہوا کیونکہ یہ بلا اسی صوبے سے اٹھی تھی، اور یہ وجہ ہے کہ آج پنجاب ہی کے مسلمان اس کے خلاف سب سے بڑھ کر مشتعل ہیں۔

ب۔ انگریزی حکومت کی منظور نظر بن کر قادیانی جماعت انگریزی حکومت کی فوج، پولیس، عدالت اور دوسری ملازمتوں میں اپنے آدمی دھڑا دھڑ بھرتی کراتی چلی گئی، اور یہ سب کچھ اس نے مسلمان بن کر ملازمتوں کے اس کوٹے سے حاصل کیا جو مسلمانوں کے لئے مخصوص تھا۔ مسلمانوں کو اطمینان دلایا جاتا رہا کہ یہ ملازمتیں تم کو مل رہی ہیں، حالانکہ وہ بڑی کثیر تعداد میں ان قادیانیوں کو دی جا رہی تھیں جو مسلمانوں کے مدمقابل بن کر اپنی مخالفانہ جتھہ بندی کئے ہوئے تھے۔ ایسا ہی معاملہ ٹھیکوں اور تجارتوں اور زمینوں کے بارے میں بھی کیا گیا۔

۵۔ اب یہ گروہ اپنے اس گہرے احساس کی بنا پر کہ پاکستان کا مسلم معاشرہ آزاد ہونے

کے بعد زیادہ دیر تک اسے برداشت نہ کرے گاشت تیزی کے ساتھ اپنی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ ایک طرف اس کے تمام وہ افراد جو ذمہ دار سرکاری عہدوں پر ہیں حکومت کے ہر شعبے میں اپنے آدمی بھر رہے ہیں، اور معاشی وسائل و ذرائع پر بھی قادیانیوں کا زیادہ سے زیادہ قبضہ کرا رہے ہیں تاکہ تھوڑی مدت ہی میں ان کی طاقت اتنی مضبوط ہو جائے کہ پاکستان کے مسلمان آزاد و مختار ہونے کے باوجود ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ دوسری طرف وہ اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ کم از کم بلوچستان پر قبضہ کر کے پاکستان کے اندر اپنی ایک ریاست بنالیں۔

تمام دینی جماعتوں کا متفقہ مطالبہ

ان وجوہ سے پاکستان کی تمام دینی جماعتوں نے بالاتفاق مطالبہ کیا ہے کہ اس سرطان کے پھوڑے کو مسلم معاشرے کے جسم سے فوراً کاٹ پھینکا جائے، اور سر ظفر اللہ خاں کو وزارت کے منصب سے ہٹا دیا جائے جن کی بدولت ملک کے اندر بھی اور باہر کے مسلم ممالک میں بھی اس سرطان کی جڑیں پھیل رہی ہیں، اور قادیانیوں کو پاکستان کے کلیدی مناصب سے ہٹانے اور ملازمتوں میں ان کی آبادی کے تناسب سے ان کا حصہ مقرر کرنے کی جلدی سے جلدی فکر کی جائے۔

مگر حکومت پاکستان کو اس سے انکار ہے، پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو اس سے انکار ہے، حکومت کے ذمہ دار عہدہ داروں کو اس سے انکار ہے، اور عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے ملک کی تعلیم یافتہ آبادی کا ایک بڑا حصہ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ یہ محض مسلمانوں کی باہمی فرقہ وارانہ لڑائیوں کا ایک شاخسانہ ہے سوال یہ ہے کہ جس کو بھی اس تجویز سے اختلاف ہے اس کے پاس آخر دلیل کیا ہے؟ ہم نے اپنے

دلائل پوری وضاحت کے ساتھ پیش کر دیئے ہیں۔ اب اگر کسی کے پاس جواب میں کوئی دلیل ہے تو وہ سامنے لائے، ورنہ بلا دلیل ایک بات پر اڑ جانا، جس کا الزام کبھی "ملّا" کو دیا جاتا تھا اب اس کے مرتکب وہ لوگ ہوں گے جو "ملّا" نہ ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اور وہ یقین رکھیں کہ رائے عام اور دلیل کی متفقہ طاقت ان کو آخر کار نیچا دکھا کر رہے گی۔

تحقیقاتی عدالت میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے پہلے بیان کے ضروری اقتباسات

اصل مسئلہ اور اس کا پس منظر

۱۔ قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا آغاز بیسویں صدی کی ابتدا سے ہوا۔ انیسویں صدی کے خاتمہ تک اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب مختلف قسم کے دعوے کرتے رہتے تھے جن کی بنا پر مسلمانوں میں ان کے خلاف عام بے چینی پیدا ہو چکی تھی۔ مگر اس وقت تک انہوں نے کوئی ایک قطعی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ۱۹۰۲ء میں انہوں نے نبوت کا صریح اور قطعی دعویٰ کیا جس سے ان کے ماننے والوں اور عام مسلمانوں کے درمیان ایک مستقل نزاع شروع ہو گئی۔

اس نزاع کی وجہ یہ تھی کہ نبوت اسلام کے بنیادی مسائل میں سے ایک ہے۔ ایک شخص کے دعوائے نبوت کے بعد ہر مسلمان کے لئے لازم ہو جاتا ہے کہ اس پر ایمان لانے یا نہ لانے میں سے کسی ایک رویہ کا فیصلہ کرے۔ جو لوگ اس پر ایمان لائیں وہ آپ سے آپ ایک الگ امت بن جاتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک ایسے سب لوگ کافر ہو جاتے ہیں جنہوں نے اس کو نہ مانا ہو اور اس کے برعکس جو لوگ اس پر ایمان نہ لائیں وہ خود بخود مقدم الذکر گروہ سے الگ ایک امت قرار پاتے ہیں۔ اور وہ ایسے سب لوگوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ جو ان کے نزدیک ایک جھوٹے نبی پر ایمان لائے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دعوائے نبوت کے بعد سے مرزا

صاحب کے ماننے والے اور نہ ماننے والے ایک دوسرے سے جدا ہوتے چلے گئے۔ مرزا صاحب اور ان کے بعد ان کے خلفاء نے علانیہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں ان تمام لوگوں کو قطعی کافر ٹھہرایا جو ان پر ایمان نہیں لائے اور مسلمانوں کے تمام فرقوں نے (جن میں سنی، شیعہ، اہل حدیث، حنفی دیوبندی، بریلوی سب شامل ہیں) بالاتفاق مرزا صاحب اور ان سب لوگوں کو کافر قرار دیا جو ان پر ایمان لے آئے۔

۲۔ اس نزاع کو تین چیزیں روز بروز تیز کرتی چلی گئیں۔

ایک، اس نئے مذہب کے پیروؤں کی تبلیغی سرگرمی اور بحث و مناظرہ کی دائمی عادت جس کی بنا پر ان میں کا ہر شخص اپنے ماحول میں ہمیشہ ایک کشمکش پیدا کرتا ہے۔

دوسرے، ان تبلیغی سرگرمیوں اور بحثوں اور مناظروں کا زیادہ تر مسلمانوں کے خلاف ہونا جس کی وجہ سے بالعموم مسلمان ہی ان کے خلاف مشتعل ہوئے ہیں۔

تیسرے یہ کہ ان کا مسلمانوں کے اندر شامل رہ کر اسلام کے نام سے تبلیغ کرنا جس کی وجہ سے مسلمان یہ سمجھتے ہوئے بآسانی ان کے مذہب میں داخل ہو جاتے ہیں کہ وہ ملت اسلامیہ سے نکل کر کسی اور ملت میں نہیں جا رہے ہیں۔ یہ چیز قدرتی طور پر مسلمانوں میں اس سے زیادہ غصہ پیدا کرتی ہے جو عیسائیوں یا کسی دوسرے مذہب والے کی تبلیغ سے کسی مسلمان کے مرتد ہو جانے پر پیدا ہوتا ہے کیونکہ ان کی تبلیغ کسی مسلمان کو اس دھوکے میں مبتلا نہیں کرتی کہ وہ مسلمانوں میں سے نکل کر بھی مسلمانوں میں ہی شامل ہے۔

معاشرتی پہلو

۴۔ آغاز میں یہ نزاع صرف ایک مذہبی نزاع تھی لیکن بہت جلدی اس نے مسلمانوں کے اندر ایک پیچیدہ اور نہایت تلخ معاشرتی مسئلے کی شکل اختیار کرلی۔ اس کی وجہ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کا یہ فتویٰ تھا کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان بس وہی تعلقات رہ سکتے ہیں جو مسلمانوں اور عیسائیوں یا یہودیوں کے درمیان ہوتے ہیں یعنی ایک احمدی کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس کی یا اس کے بچے کی نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔ اس کی بیٹی لے سکتا ہے۔ مگر اس کو بیٹی دے نہیں سکتا۔ اس فتویٰ کا ردعمل مسلمانوں کی طرف سے بھی ایسے ہی طرز عمل کی صورت میں رونما ہوا اور اس طرح دونوں گروہوں کے درمیان معاشرتی مقاطعہ کی حالت پیدا ہو گئی۔ اس مقاطعہ سے مسلم معاشرہ میں جو تفرقہ رونما ہوا وہ بس ایک وقتی تفرقہ ہی نہ تھا جو ایک دفعہ رونما ہو کر رہ گیا ہو، بلکہ وہ ایک روز افزوں تفرقہ تھا، کیونکہ قادیانیت ایک تبلیغی تحریک تھی اور وہ آئے دن کسی نہ کسی مسلمان کو قادیانی بنا کر ایک نئے خاندان میں تفرقہ برپا کر رہی تھی۔ اپنے اس معاشرتی مقاطعہ کے رویے کو لے کر وہ جس گھر، جس خاندان، جس گاؤں جس برادری اور جس بستی میں بھی پہنچی وہاں اس نے پھوٹ ڈال دی۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جہاں شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو اپنے لئے حرام سمجھنے لگیں۔ یا کم از کم اپنے تعلقات کے جائز ہونے میں شک کرنے لگیں اور جہاں ایک بھائی کے بچے کی نماز جنازہ دوسرا بھائی نہ پڑھے اور جہاں ایک ہی خاندان یا برادری میں رشتے ناطے کے تعلقات ختم ہو جائیں، وہاں معاشرہ میں کیسی کچھ تلخیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

یہ تلخیاں قادیانیت کی رفتار اشاعت کے ساتھ پچھلے پچاس سال کے دوران میں

برابر بڑھتی چلی گئی ہیں اور سب سے زیادہ پنجاب کو ان سے سابقہ پیش آیا ہے۔
کیونکہ یہاں ہزارہا خاندانوں میں اس کا زہر پھیل چکا ہے۔

معاشی پہلو

۴۔ کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کی یہ نزاع معاش کے میدان میں بھی پہنچ گئی۔ مسلمانوں کے ساتھ مذہبی اور معاشرتی کشمکش کی وجہ سے اور بڑی حد تک نئے نئے مذہبی جوش کی وجہ سے بھی قادیانیوں کے اندر ابتداء ہی سے جتھہ بندی کا ایک زبردست میلان پایا جاتا تھا۔ انہوں نے منظم ہو کر معیشت کے ہر شعبہ میں قادیانیوں کو غیر قادیانیوں پر ترجیح دینے اور ایک دوسرے کی مدد کر کے آگے بڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا اور اس سے ان کے اور مسلمانوں کے تعلقات کی تلخی روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ خصوصیت کے ساتھ سرکاری ملازمتوں کے معاملہ میں دونوں گروہوں کی کشمکش زیادہ نمایاں رہی ہے۔ اور قادیانی عہدہ داروں کی خویش پروری نے اس کو مزید ہوا دی ہے۔ اس نزاع سے بھی پنجاب ہی کو سب سے زیادہ سابقہ پیش آیا ہے۔ کیونکہ قادیانیوں کی بڑی تعداد اسی صوبہ میں آباد ہے اور بیشتر یہیں کی زراعت تجارت، صنعت و حرفت اور ملازمتوں میں ان کے اور مسلمانوں کے درمیان کشمکش برپا رہی ہے اس موقع پر یہ بات نہ بھولنی چاہئے کہ یہ اس نوعیت کی نزاع ہے جو اس سے پہلے مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک دوسرے سے پھاڑ کر باہمی عداوت کی آخری حدود تک پہنچا چکی ہے۔

سیاسی پہلو

۵۔ جہاں دو گروہوں کے درمیان مذہب، معاشرت اور معیشت میں کشمکش ہو وہاں

سیاسی کشمکش کا رونما ہونا ایک بالکل قدرتی بات ہے مگر قادیانیوں اور مسلمانوں کے معاملہ میں سیاسی کشمکش کے اسباب اس سے کچھ زیادہ گہرے ہیں۔ مرزا صاحب اور ان کے پیروؤں کو ابتداء سے یہ احساس تھا کہ جس نبوت کا دعویٰ وہ لے کر اٹھے ہیں وہ مسلم معاشرہ کے اندر کفر اور ایمان کی ایک نئی تفریق پیدا کرتی ہے اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ اپنی ملت میں اس طرح کی ایک تفرقہ انگیز قوت (Disintergrating Force) کو مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر قاچاری اور عثمانی فرماں رواؤں کے دور تک پچھلی بارہ صدیوں میں کبھی ابھرنے نہیں دیا ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی تحریک کے آغاز ہی سے انگریزی حکومت کی وفاداری کو اپنا جزو ایمان بنایا اور نہ صرف زبان سے بلکہ پورے خلوص کے ساتھ دل سے بھی یہی سمجھا کہ ان کے بقا اور نشوونما اور فلاح و فلاح و کامیابی کا انحصار سراسر ایک غیر مسلم حکومت کے سایۂ عاطفت پر ہے۔ مسلمان غلام ہوں اور غیر مسلم ان پر حکمران ہوں۔ قادیانی ان غیر مسلم حکمرانوں کے پکے وفادار بن کر ان کی حمایت حاصل کریں اور پھر آزادی کے ساتھ بے بس مسلمانوں کو اپنی تفرقہ انگیز تحریک کا شکار بنائیں یہ تھا قادیانیت کی ترقی کا وہ مختصر فارمولا جو مرزا غلام احمد صاحب نے بنایا اور ان کے بعد ان کے خلفاء اور ان کی جماعت کے تقریباً تمام بڑے بڑے مصنفین اور مقررین نے اپنی بے شمار تحریروں اور تقریروں میں بار بار دہرایا۔

قادیانیت کے اس سیاسی رجحان کو ابتداءً تو انگریز خود اچھی طرح نہیں سمجھے تھے۔ قادیانیوں نے بڑی کوششوں سے انہیں اپنے "امکانات" سمجھائے اور پھر انگریزوں نے ان کو اپنی مسلم رعایا کا سب سے زیادہ قابل اعتبار عنصر سمجھ کر ہندوستان میں بھی استعمال کیا اور باہر دوسرے مسلمان ممالک میں بھی۔

اس کے بعد جب ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی قومی کشمکش بڑھی تو کانگرس کے نیشنلسٹ لیڈروں کی نگاہ بھی قادیانیت کے "امکانات" پر پڑنی شروع ہو گئی۔ یہ ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ زمانہ کی بات ہے جب کہ ایک بہت بڑے ہندو لیڈر نے قادیانیت کی حمایت میں ڈاکٹر اقبال مرحوم سے مباحثہ فرمایا تھا اور ایک دوسرے نامور لیڈر نے علانیہ کہا تھا کہ مسلمانوں میں ہمارے نقطۂ نظر سے سب سے زیادہ پسندیدہ عنصر قادیانی ہیں۔ کیونکہ ان کا نبی بھی دیسی (Indigenous) ہے اور ان کے مقدس مقامات بھی اسی دیس میں واقع ہیں۔ غرض اپنے مسلک خاص کی وجہ سے قادیانیوں کا سیاسی موقف ہے ہی کچھ اسی قسم کا کہ غیر مسلم ان کو فطرتاً پرامید نگاہوں سے اور مسلمان اندیش ناک نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں ہمیشہ یہ عام خیال موجود رہا ہے کہ ملت اسلامیہ کی تخریب کے لئے خود اس ملت کے اندر سے جو عنصر سب سے بڑھ کر دشمنان اسلام کا آلہ کار بن سکتا ہے وہ قادیانی عنصر ہے۔ اور اس خیال کو جن باتوں نے تقویت پہنچائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں جب بغداد، بیت المقدس اور قسطنطنیہ پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو پوری مسلم قوم کے اندر وہ صرف قادیانی تھے جنہوں نے اس پر خوشیاں منائیں اور چراغاں کئے۔ یہی نہیں بلکہ قادیانیوں کے خلیفہ صاحب نے علی الاعلان یہ فرمایا کہ انگریزی حکومت کی ترقی سے ہماری ترقی وابستہ ہے۔ جہاں جہاں یہ پھیلے گی ہمارے لئے تبلیغ کا میدان نکلتا آئے گا۔ ان باتوں کے بعد یہ نہیں کہا جا

سکتا کہ قادیانیوں کے متعلق مسلمانوں کی عام بدگمانی بے وجہ ہے۔

تلخی پیدا ہونے کے مزید وجوہ

۶۔ تمام مسلمانوں کی تکفیر اور ان سے معاشرتی مقاطعہ اور ان کے ساتھ معاشی کشمکش کی بنا پر قادیانیوں اور مسلمانوں کے تعلقات میں جو تلخی پیدا ہو چکی تھی اس کو مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے پیروؤں کی ان بہت سی تحریروں نے تلخ تر بنا دیا تھا جو مسلمانوں کے لئے سخت دلآزار اور اشتعال انگیز تھیں۔ مثال کے طور پر ان کی چند عبارتیں حسب ذیل ہیں جن کو دیکھ کر عدالت خود اندازہ کر سکتی ہے کہ ایک مسلمان کے لئے ان باتوں کا برداشت کرنا کس قدر مشکل ہے۔

"ایک غلطی کا ازالہ (اشتہار) میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحماء بینھم" کے الہام میں محمد رسول اللہ سے مراد میں ہوں اور محمد رسول اللہ خدا نے مجھے کہا ہے"۔

(اخبار "الفضل" قادیان جلد ۲ نمبر ۱۰ مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء)

"پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا۔ بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم ﷺ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا"۔

(کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز صفحہ ۱۱۳ نمبر ۳ جلد ۱۴)

"اس کے (یعنی نبی کریم ﷺ کے) لئے چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا"۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۷۱ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

"محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں"

"محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں"

(از قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل قادیانی)
(منقول از اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۶ء)

"مجھ میں اور تمہارے حسین میں بڑا فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدائی تائید اور مدد مل رہی ہے"۔

(نزول المسیح مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۹۶)

"اور میں خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے"۔

(نزول المسیح مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۸۱)

"کر بلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

(مرزا غلام احمد صاحب منقول از خطبہ جمعہ میاں محمود احمد
مندرجہ "الفضل" قادیانی جلد ۱۲ نمبر ۸۰ مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۲۶ء)

"ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے"

(دافع البلاء صفحہ ۲۰)

"یسوع کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس یہ کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا"۔

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ نور القرآن ۲ صفحہ ۱۲)

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے"۔

(الہام مرزا غلام احمد صاحب تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ ۲۷)

"کُل مسلمانوں نے مجھے قبول کر لیا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرلی ہے مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا"۔

(آئینہ کمالات صفحہ ۵۴۷)

"جو شخص میرا مخالف ہے وہ عیسائی، یہودی، مشرک اور جہنمی ہے"۔

(نزول المسیح صفحہ ۴ تذکرہ صفحہ ۲۲۷)

تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۱ تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ ۲۷)

"بلاشبہ ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئیں"۔

(نجم الہدیٰ صفحہ ۱۰ اور ثمین صفحہ ۲۹۴)

"جو شخص ہماری فتح کا قائل نہ ہو گا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے"۔ (انوار الاسلام ص ۳۰)

لازمی نتیجہ

۷۔ یہ اسباب نصف صدی سے اپنا کام کر رہے تھے اور انہوں نے خاص طور پر پنجاب میں قادیانیت کو مسلمانوں کے لئے ایک ایسا مسئلہ بنا دیا تھا جو چاہے کوئی بڑا مسئلہ نہ ہو مگر احساس کے لحاظ سے ایک تلخ مسئلہ ضرور تھا جس کی تلخی کو شہروں اور دیہات کے لاکھوں آدمی یکساں محسوس کر رہے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تلخی اس سے پہلے کسی بڑے ہنگامہ کی محرک نہ بنی تھی مگر پچھلے تیس چالیس سال کے دوران میں وہ برابر چھوٹے چھوٹے گھریلو خاندانی اور مقامی جھگڑے برپا کرتی رہی تھی۔ جو بارہا عدالتوں تک بھی فوج داری اور دیوانی مقدمات کی صورت میں پہنچے ہیں۔ مسلمانوں کے اونچے طبقے چاہے اس میں شریک نہ رہے ہوں مگر عوام اور نچلے متوسط طبقہ میں ایک مدت سے یہ عام خواہش موجود رہی ہے کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک اقلیت قرار دے دیا جائے۔ تاکہ انہیں مسلمانوں کے معاشرہ میں شامل رہ کر اپنی تبلیغ سے اس معاشرہ کے اجزا کو آئے دن پارہ پارہ کرتے رہنے کا موقع نہ ملے مسلمانوں کی اسی خواہش کی ترجمانی اب سے تقریباً بیس برس پہلے علامہ اقبال مرحوم نے اپنے رسالہ (Islam and AHmadism) میں فرمائی تھی اور اس کے حق میں بڑے مضبوط دلائل دیئے تھے۔

۸۔ انگریزی دور میں مسلمان اس کی بہت کم امید رکھتے تھے کہ وہ قادیانیوں کو اپنے سے الگ کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو سکیں گے کیونکہ ایک بیرونی قوم سے قدرتی طور پر یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ مسلمانوں کے ایک معاشرتی مسئلہ کو

ہمدردی کے ساتھ سمجھنے اور حل کرنے کی زحمت اٹھائے گی اور مسلمانوں کو یہ بھی احساس تھا کہ انگریز قادیانیوں کو قصداً مسلمانوں کے اندر شامل رکھنا چاہتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت مسلم مفاد کے خلاف ان کو آسانی کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ مگر جب پاکستان ایک خود مختار ریاست کی حیثیت سے وجود میں آگیا تو مسلمانوں نے بجا طور پر اپنی قومی حکومت سے یہ توقع وابستہ کی کہ وہ دوسرے مسائل کی طرح قادیانیت کے مسئلہ کی طرف بھی توجہ کرے گی۔ جو پچاس برس سے ان کی ملت میں مسلسل تفرقہ برپا کر رہی ہے اور جس کی بدولت ایک ہی قوم کے اندر دو ایسے عنصر پیدا ہو رہے ہیں جو مذہبی معاشرتی، معاشی اور سیاسی حیثیت سے باہم متصادم اور نبرد آزما ہیں۔ پاکستان کی عمر کے ساتھ یہ توقع بڑھتی اور پھر بتدریج مایوسی اور بے چینی اور شکایت کی حد تک پہنچتی چلی گئی۔ میں نے ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۱ء میں تقریباً پورے پنجاب کا دورہ کیا ہے اور شہروں کے علاوہ دیہاتی علاقوں تک بھی گیا ہوں۔ اس پورے دورے میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہا مجھ سے قادیانیت کے بارے میں سوال نہ کیا گیا ہو میں نے اسی وقت یہ محسوس کر لیا تھا کہ جس مسئلہ کے متعلق عام لوگوں کے دلوں میں یہ احساسات موجود ہوں اس کو اگر حل نہ کیا گیا تو وہ کبھی نہ کبھی ملک میں ایک فتنہ اٹھا کر رہے گا۔

قادیانیوں کی اشتعال انگیزی

۹۔ قیام پاکستان کے بعد خود قادیانیوں کی طرف سے بھی پے در پے ایسی باتیں ہوتی رہی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی تشویش میں مزید اضافہ کر دیا اور مسلمان یہ محسوس کرنے لگے کہ قادیانی مسئلہ انگریزی دور سے بھی بڑھ کر ان کے لئے اب ایک خطرناک مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظرانداز کر کے میں صرف

پانچ اہم باتوں کی طرف عدالت کی توجہ دلاؤں گا۔

اول یہ کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۲۲ جولائی ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ میں تقریر کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار فرمایا کہ وہ بلوچستان کو ایک قادیانی صوبہ میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ پورے پاکستان پر قبضہ کرنے کے لئے وہ ایک (Base) کے طور پر کام آئے۔ یہ خطبہ ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کے الفضل میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے مرزا صاحب نے اس خیال کو صرف ایک وقتی خواہش کے طور پر ہی ظاہر نہیں کیا ہے بلکہ وہ اس کا بار بار اعادہ کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ۵ جولائی ۱۹۵۰ء کے "الفضل" میں بھی ان کا ایک خطبہ اسی خیال کا حامل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مستقل منصوبہ ہے جو ان کے ذہن میں پکتا رہا ہے۔

دوم یہ کہ انہوں نے اپنے اس منصوبہ کا بھی بار بار علی الاعلان اظہار کیا ہے کہ باقاعدہ ایک منظم کوشش کے ساتھ مختلف سرکاری محکموں میں قادیانیوں کو داخل کیا جائے اور پھر سرکاری عہدوں پر قبضہ کر کے حکومت کی مشینری کو قادیانی جماعت کے مفاد میں استعمال کیا جائے۔ اس کی مثال میں خلیفہ صاحب کے صرف ایک خطبہ کی حسب ذیل عبارت نقل کر دینا کافی ہے۔

> "اگر وہ (قادیانی جماعت کی صوبائی شاخیں) اپنے نوجوانوں کو دنیا کمانے پر لگائیں تو اس طرح لگائیں کہ جماعت اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ بھیڑ چال کے طور پر نوجوان ایک ہی محکمہ میں چلے جاتے ہیں حالانکہ متعدد محکمے ہیں جن کے ذریعے سے جماعت اپنے حقوق حاصل کر سکتی ہے اور اپنے آپ کو شر سے بچا سکتی ہے۔ جب تک ان سارے محکموں میں ہمارے اپنے آدمی موجود نہ ہوں ان سے جماعت

پوری طرح کام نہیں لے سکتی۔ مثلاً موٹے موٹے محکموں میں سے فوج ہے پولیس ہے ایڈمنسٹریشن ہے ریلوے ہے فنانس ہے اکاؤنٹس ہے کسٹم ہے انجینئرنگ ہے۔ یہ آٹھ دس موٹے موٹے صیغے ہیں جن کے ذریعہ سے ہماری جماعت اپنے حقوق محفوظ کر سکتی ہے۔ ہماری جماعت کے نوجوان فوج میں بے تحاشا جاتے ہیں اس کے نتیجہ میں ہماری نسبت فوج میں دوسرے محکموں کی نسبت سے بہت زیادہ ہے اور اس سے ہم اپنے حقوق کی حفاظت کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ باقی محکمے خالی پڑے ہیں۔ بے شک آپ اپنے لڑکوں کو نوکری کرائیں۔ لیکن وہ نوکری اس طرح کیوں نہ کرائی جائے جس سے جماعت فائدہ اٹھا سکے۔ ہمیں اس بارے میں پلان بنانا چاہیے اور پھر اس کے مطابق کام کرنا چاہیے"۔

(الفضل ۱۱ جنوری ۱۹۵۲ء)

سوم یہ کہ خلیفہ صاحب قیام پاکستان کے بعد سے اپنے پیروؤں کو مسلسل "دشمن" کے مقابلہ پر اکساتے اور بھڑکاتے رہتے ہیں اور ان کے اندر ایک جنگ جویانہ ذہنیت پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کے ایک خطبہ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

"لوگ گھبراتے ہیں کہ ان کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے۔ لوگ جھنجلا اٹھتے ہیں کہ ان کی عداوت کیوں کی جاتی ہے، لوگ چڑتے ہیں کہ انہیں دکھ کیوں دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر گالیاں دینے اور دکھ دینے کی یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارا شکار ہیں، تو پھر ہمیں گھبرانا نہیں چاہئے اور نہ کسی

قسم کا فکر کرنا چاہئے بلکہ ہمیں خوش ہونا چاہئے کہ دشمن یہ محسوس کرتا ہے کہ اگر ہم میں کوئی نئی حرکت پیدا ہوئی تو ہم اس کے مذہب کو کھا جائیں گے"۔

(الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۴۹ء)

صریح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ اس عبارت میں "لوگ" سے مراد قادیانی ہیں۔ "دشمن" سے مراد مسلمان ہیں۔ مرزا صاحب مسلمانوں کو اپنا "شکار" قرار دے رہے ہیں اور اس بات پر مسرت کا اظہار فرما رہے ہیں کہ مسلمان ان کی تحریک کو اپنے مذہب کے لئے تباہ کن خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ ایسے ہی جنگجویانہ خطبے ۵ جولائی ۱۹۵۰ء اور ۷ مئی ۱۹۵۱ء کے الفضل میں بھی موجود ہیں۔

چہارم یہ کہ قادیانی جماعت کی طرف سے جارحانہ ارادوں کا اظہار صرف جنگ جویانہ باتوں ہی کی شکل میں نہیں بلکہ عملی تدابیر کی شکل میں بھی ہوتا رہا ہے جن کی خبریں عام طور پر مسلمانوں میں پھیل کر اضطراب پیدا کرتی رہی ہیں۔ مثلاً فوج میں "فرقان بٹالین" کے نام سے خالص قادیانیوں پر مشتمل ایک بٹالین کا قیام۔ قادیانیوں کے پاس اسلحہ سازی کے متعدد کارخانے ہونا اور قادیانیوں کو اسلحہ کے بکثرت لائسنس حاصل ہونا۔ ان چیزوں کو قادیانیوں نے خود ہی عوام کے سامنے بیان کر کے اپنا رعب بٹھانے کی کوشش کی ہے۔

پنجم یہ کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور ان کی جماعت کے دوسرے لوگوں نے ۵۲ء کے آغاز سے مسلمانوں کو کھلم کھلا دھمکیاں دینا شروع کر دیں جن کا لہجہ روز بروز اشتعال انگیز ہوتا چلا گیا۔ مثال کے طور پر ان کی حسب ذیل عبارتیں ملاحظہ ہوں:

"ہم فتح یاب ہوں گے۔ ضرور تم مجرموں کی طرح ہمارے سامنے پیش ہو گے اس وقت تمہارا حشر بھی وہی ہو گا جو فتح مکہ کے دن ابو جہل اور اس کی پارٹی کا ہوا"۔

(الفضل ۳ جنوری ۱۹۵۲)

"۱۹۵۲ء کو گزرنے نہ دیجئے جب تک کہ احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جا سکتی اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آگرے"۔

(الفضل ۱۶ جنوری ۱۹۵۲ء)

"ہاں اب آخری وقت آن پہنچا ہے ان تمام علمائے حق کے خون کا بدلہ لینے کا جن کو شروع سے لے کر آج تک یہ خونی ملا قتل کراتے آئے ہیں۔ ان سب کے خون کا بدلہ لیا جائے گا"۔

۱۔ عطاء اللہ شاہ بخاری سے۔

۲۔ ملا بدایونی سے۔

۳۔ ملا احتشام الحق سے۔

۴۔ ملا محمد شفیع سے۔

۵۔ ملا مودودی (پانچویں سوار) سے۔

(الفضل ۱۵ جولائی ۱۹۵۲ء)

یہ ہیں وہ تاریخی اسباب جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ قادیانیوں کے اختلافات کو شدید سے شدید تر کر دیا۔

تحقیقاتی عدالت میں

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کے دوسرے بیان کے اقتباسات

۱۔ قادیانیوں کے متعلق مسلمانوں کی طرف سے جو مطالبات پیش کئے گئے ہیں مثلاً یہ کہ انہیں مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دیا جائے، اور قادیانیوں کو سرکاری محکموں میں کلیدی مناصب سے ہٹا دیا جائے، ان کے بارے میں متعدد سوالات عدالت میں اٹھائے گئے ہیں مگر ان کے صحیح اور مکمل جوابات نہیں دیئے گئے۔

قادیانیوں سے متعلق مطالبات بیک وقت سیاسی بھی ہیں اور مذہبی بھی

(الف) یہ سوال بار بار کیا گیا ہے کہ یہ مطالبات مذہبی ہیں یا سیاسی؟ اور اکثر اس کا جواب صرف یہ دے دیا گیا ہے کہ یہ مذہبی مطالبات ہیں۔ حالانکہ درحقیقت نہ یہ سوال صحیح اور نہ اس کا یہ جواب۔ اس میں شک نہیں کہ جس نزاع کو حل کرنے کے لئے یہ مطالبات پیش کئے گئے ہیں اس کی ابتداء ایک مذہبی اختلاف سے ہوئی ہے، لیکن پچھلے پچاس سال کے تدریجی ارتقاء سے اب وہ محض ایک مذہبی نزاع نہیں رہی ہے بلکہ ایک معاشرتی، معاشی اور سیاسی نزاع بھی بن گئی ہے۔ کوئی مسئلہ اپنی اصل کے اعتبار سے خواہ مذہبی ہو یا اخلاقی جب وہ عملاً معاشرے میں پیچیدگیاں اور خرابیاں پیدا کرنے لگتا ہے تو اس کو لامحالہ دستور یا قانون یا انتظامی تدابیر کے ذریعہ سے حل کرنا پڑتا ہے اور ایسے مواقع پر یہ بحث پیدا نہیں کی جاتی کہ مسئلہ تو مذہبی یا اخلاقی ہے، اس کو سیاسی

وسائل سے کیوں حل کیا جا رہا ہے۔ یہاں مسلمانوں اور قادیانیوں کے مذہبی نزاع نے جو صورت اختیار کرلی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسلم معاشرے کے اندر ایک جداگانہ مستقل اور منظم جتھا بن گیا ہے جو عقیدے میں مسلمانوں سے بنیادی اختلافات رکھتا ہے، معاشرت میں ان سے مقاطعہ کرتا ہے، معاشی میدان میں ان کے خلاف منظم طور پر برسرپیکار ہے، سیاسی حیثیت سے ہمیشہ ان کے مفاد کے خلاف کام کرتا رہا ہے، اور ان سب باتوں کے باوجود وہ مسلمانوں میں شامل رہ کر اپنی تبلیغ کے ذریعہ سے اپنی تعداد بڑھا رہا ہے اور مسلم معاشرے کے داخلی انتشار میں روز بروز اضافہ کئے چلا جاتا ہے۔ اس پر مزید وہ خطرات ہیں جو سرکاری ملازمتوں میں اس گروہ کی انتہائی غیر متناسب کثرت سے، اور اس کے ان سیاسی منصوبوں سے، جو بلوچستان کو (Base) بنا کر سارے پاکستان پر قبضہ کرنے کے لئے، اس کی جانب سے بارہا ظاہر کئے گئے ہیں، مسلمانوں میں شدت کے ساتھ اضطراب پیدا کر رہے ہیں۔ اس طرح کے ایک مسئلے کو آخر محض ایک مذہبی مسئلہ کیسے کہا جا سکتا ہے، اور اسے حل کرنے کے لئے دستوری، قانونی اور سیاسی تدابیر استعمال کرنے کے سوا آخر اور کیا چارۂ کار ہے؟ متحدہ ہندوستان میں ہندو مسلم نزاع بھی اصلاً ایک مذہبی نزاع ہی تھی، مگر جداگانہ انتخاب سے لے کر تقسیم ملک تک اس کو حل کرنے کے لئے جتنے مطالبے بھی کئے گئے وہ سب سیاسی نوعیت کے مطالبے تھے۔

مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات بنیادی ہیں

(ب) مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلاف کو مختلف فرقوں کے اختلافات کی نظیر فرض کر کے عدالت میں بار بار علماء اور فرقوں کی باہمی کشمکش کے متعلق سوالات کئے گئے ہیں۔ مگر یہ محض ایک خلط مبحث ہے۔ ان دونوں قسم کے اختلافات میں درحقیقت کوئی مماثلت ہی نہیں ہے کہ انہیں ایک دوسرے کی نظیر قرار دیا جا سکے۔

بلاشبہ یہ ایک افسوس ناک واقعہ ہے کہ بعض فرقوں کے علماء نے بعض دوسرے فرقوں اور ان کے علماء کی تکفیر کی ہے اور اپنے فتووں میں حد سے زیادہ تجاوز بھی کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جن مسائل پر یہ تکفیر بازی کی گئی وہ محض چند دینیاتی مسائل کی تعبیرات کے اختلافات تھے۔ اسی بنا پر مسلم ملت نے بحیثیت مجموعی تکفیر کے ان فتووں کو کبھی اہمیت نہ دی۔ محتاط علماء نے ان کو ہمیشہ ناپسند کیا۔ کسی شخص یا گروہ کو خارج از ملت قرار دینے پر مسلمانوں کے درمیان کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ مختلف فرقوں کے مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہے، ایک دوسرے کی نماز جنازہ میں شریک ہوتے رہے، آپس میں شادی بیاہ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ سُنّیوں اور شیعوں کی باہمی مناکحت کی بھی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جب کبھی کوئی اہم قومی مسئلہ پیدا ہوا تمام مسلمانوں نے مل کر اس کے لئے جدوجہد کی۔ ان کا قومی مفاد ایک رہا، اور ان کے قومی جذبات اور سیاسی مقاصد مشترک رہے۔ اس کے برعکس قادیانیوں اور مسلمانوں کا اختلاف ایک بنیادی اختلاف ہے۔ کوئی شخص جو اسلام کے متعلق سرسری سی واقفیت بھی رکھتا ہو، اس امر سے بے خبر نہیں ہو سکتا کہ نبوت کا عقیدہ اسلام کے اساسی عقائد میں سے ہے اور ایک شخص کے دعوائے نبوت پر ایمان لانے یا نہ لانے سے لازماً کفر و ایمان کی تفریق واقع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے دعوائے نبوت پر ان کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے درمیان اختلاف کی ایک ایسی دیوار حائل ہو گئی جو اس سے پہلے کبھی مسلم فرقوں کے درمیان حائل نہ ہوئی تھی۔ تمام فرقوں کے مسلمانوں نے بالاتفاق قادیانیوں کو کافر قرار دیا اور قادیانیوں نے اس کے برعکس ان سب لوگوں کو کافر ٹھیرایا جو مرزا صاحب کو نبی نہ مانیں۔ دوسری تکفیروں کے برعکس اس تکفیر نے عملاً دونوں

گروہوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا، عبادت سے لے کر معاشرت تک ان کے درمیان ہر چیز میں جدائی پڑ گئی، ان کے قومی مفاد اور سیاسی حوصلے (Political Ambitions) تک ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے اور علیحدگی سے گذر کر نوبت کشمکش اور مخاصمت تک پہنچ گئی۔ اس صریح فرق کو آخر کیسے نظرانداز کیا جا سکتا ہے اور قادیانی مسلم اختلافات کو فرقوں کے باہمی اختلافات سے خلط ملط کر دینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ تاہم اگر ایسا کوئی فیصلہ کر بھی دیا جائے تو کیا یہ ممکن ہے کہ عملاً وہ کشمکش ختم ہو جائے جو شہروں سے لے کر دیہات تک ہزاروں خاندانوں میں اور دفتروں سے لے کر منڈیوں تک ہزاروں افراد میں برپا ہے؟

تمام منحرفین کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ ضروری نہیں

(ج) عدالت میں یہ سوال بھی بار بار اٹھایا گیا ہے کہ آیا ان سب لوگوں کو اسی طرح غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جائے گا جو اسلام کے بنیادی مسائل میں عام مسلمانوں سے مختلف نظریہ اختیار کریں، مثلاً اہل قرآن اور ایسے ہی دوسرے لوگ۔ اس کا ایک جواب اصولی پہلو سے ہے، اور دوسرا عملی پہلو سے۔ اصولی پہلو سے اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک تعبیر، اجتہاد اور استنباط کا تعلق ہے، اس میں مختلف نقطہ نظر رکھنے والوں کے لئے اسلام میں زیادہ سے زیادہ ڈھیل کی گنجائش ہے۔ ایسے امور میں بڑی سے بڑی غلطی بھی گمراہی ہو سکتی ہے مگر اس پر خروج از اسلام کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ بخلاف اس کے اسلام کے اساسی امور میں جب کبھی کوئی ایسا ردوبدل کیا جائے گا جس کے لئے دائرۂ دین میں کوئی گنجائش نہ ہو، تو ایسی صورت میں یقیناً خروج از اسلام کا حکم لگایا جائے گا بلالحاظ اس کے کہ اس کی زد کس پر پڑتی ہے۔ عملی پہلو سے اس کا جواب یہ ہے کہ ایک فرد یا چند منتشر افراد کا اسلام سے انحراف اور چیز ہے، اور مسلم

معاشرے کے اندر ایک منحرف گروہ کی باقاعدہ جتھہ بندی، جو مسلسل تبلیغ سے اپنی تعداد بھی بڑھا رہی ہو اور معاشی وسیاسی حیثیت سے مسلمانوں کے مقابلے میں کشمکش بھی کر رہی ہو، ایک بالکل ہی دوسری چیز۔ اس دوسری قسم کے انحراف سے مسلسل نصف صدی تک زخم کھاتے رہنے کے بعد اگر مسلمان تنگ آکر کچھ مطالبات پیش کرتے ہیں تو اس موقع پر آخر پہلی قسم کے انحراف کی مثالیں کیوں یاد کی جاتی ہیں؟ کیا عملاً یہ بات دنیا بھر کے سامنے نمایاں نہیں ہے کہ پہلی قسم کے منحرفین کے ساتھ مسلمانوں کا اجتماعی طرز عمل دوسری قسم کے منحرفین کی بہ نسبت صریح طور پر مختلف ہے؟ مسلمان آخر کب یہ مطالبہ لے کر اٹھے تھے کہ تمام منحرفین کو غیر مسلم اقلیتوں میں شامل کیا جائے؟

ظفر اللہ خاں کی علیحدگی کے مطالبے کے وجوہ

(د) سر ظفر اللہ خاں کے متعلق مسلمانوں کی طرف سے جو مطالبہ کیا گیا ہے وہ محض اس نظریئے پر مبنی نہیں ہے کہ کسی غیر مسلم کو اسلامی ریاست کا وزیر نہ ہونا چاہئے، بلکہ اس کی بنیاد یہ ہے کہ صاحب موصوف نے اپنی سرکاری پوزیشن سے سراسر ناجائز فائدہ اٹھا کر تقسیم ہند سے پہلے بھی قادیانی تحریک کو تقویت پہنچائی ہے اور قیام پاکستان کے بعد پہلے سے بھی بڑھ کر وہ ایسا کرتے رہے ہیں۔ اس لئے ان کا اقتدار کی کرسی پر بیٹھنا مسلمانوں کے لئے ایک مستقل وجہ شکایت بن گیا ہے۔ اب ہم سے کہا جاتا ہے کہ ان کو وزارت سے ہٹا دیا جاتا تو پاکستان کو امریکہ سے ایک دانۂ گندم بھی نہ ملتا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات اگر واقعی صحیح ہے تو اس معاملہ کی نوعیت اور بھی زیادہ شدید ہو جاتی ہے۔ اس کے تو صاف معنی یہ ہیں کہ امریکہ نے اپنا خاص ایجنٹ ہمارے محکمۂ خارجیہ پر مسلط کر دیا ہے اور ۱۰ لاکھ ٹن گیہوں کے عوض ہماری خارجی پالیسی رہن رکھی گئی ہے۔ اس صورت میں تو ہمیں قادیانی تحریک کے بجائے امریکہ کی سیاسی غلامی سے

نجات پانے کے لئے صاحب موصوف کی علیحدگی کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ یہ بات میں صرف اس مفروضے پر کہہ رہا ہوں کہ حکومت امریکہ نے ایسی کوئی بات حکومت پاکستان سے صراحتًا یا کنایتًہ کہی ہو۔ مگر مجھے یہ یقین نہیں آتا کہ امریکہ حکومت کا کوئی مدبر ایسا بے وقوف ہو سکتا ہے کہ وہ پاکستان کے ساڑھے سات کروڑ باشندوں کی دوستی پر ایک شخص کی دوستی کو ترجیح دے، اور ۴۸ کروڑ روپے کے ایک دوستانہ تحفے سے باشندگان پاکستان کو احسان مند بنانے کے بجائے ان کے دلوں میں اپنی قوم اور حکومت کے خلاف الٹے سیاسی شکوک پیدا کر دے۔

کلیدی مناسب کا مفہوم اور مطالبہ علیحدگی کے لئے دلائل

• (ھ) قادیانیوں کو کلیدی مناصب سے ہٹانے کا جو مطالبہ کیا گیا ہے اس کی بنیاد بھی صرف یہ نظریہ نہیں ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلمانوں کو کلیدی مناصب پر مامور نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ مطالبہ اس بنا پر کیا گیا ہے کہ (۱) پچھلے دور میں انگریزوں کی غیر معمولی عنایات سے اور موجودہ دور میں پاکستان کے حکمرانوں کی غفلت اور بے حسی سے فائدہ اٹھا کر اس چھوٹے سے گروہ نے اپنی آبادی کے تناسب سے بدرجہا زیادہ ملازمتوں پر قبضہ کر لیا ہے، (۲) اس گروہ کا جو شخص بھی کسی اہم عہدے پر پہنچ گیا ہے اس نے اپنے ہم مذہبوں کو بھرتی کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے، (۳) اس گروہ کے پیشوا مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اعلانیہ اپنے پیروؤں کو ہدایت کی ہے کہ ایک منصوبہ بنا کر تمام سرکاری محکموں میں گھسنے کی کوشش کریں۔ (۴) اس گروہ کے بااثر عہدہ داروں نے اکثر اپنے مذہب کی تبلیغ اس کی طرح کی ہے کہ جو ان کے دائرۂ اثر میں ملازمت حاصل کرنا چاہے وہ قادیانیت قبول کر لے اور (۵) اب ان کے حوصلے یہاں تک بڑھ گئے ہیں کہ اس راستے سے وہ پاکستان کی حکومت پر قبضہ کرنے کے خواب

دیکھنے لگے ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر مجبوراً یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو کلیدی مناصب سے ہٹایا جائے۔ اس مطالبے کے سیاق و سباق میں کلیدی مناصب کا مفہوم وہ نہیں ہے جو غیر مسلمانوں کو کلیدی مناصب نہ دینے کے اسلامی نظریئے میں ہے۔ بلکہ یہاں کلیدی منصب سے ہر وہ اہم عہدہ مراد ہے جس پر فائز ہو کر قادیانی گروہ کا کوئی شخص اپنے گروہ کو اسی طرح کے ناجائز فائدے پہنچا سکتا ہو جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ درحقیقت جیسی کچھ صورت حال اس گروہ نے اپنی روش سے پیدا کر دی ہے اور اس کو اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو محسوس ہو گا کہ یہ مطالبہ اصلی ضرورت سے بہت کم ہے۔ مطالبہ تو اس کے ساتھ یہ بھی ہونا چاہئے تھا کہ آئندہ دس سال کے لئے تمام محکموں میں قادیانیوں کی بھرتی بالکل بند کر دی جائے تاکہ موجودہ عدم توازن کی کیفیت دور ہو سکے۔

عدالت کے سامنے پیش کردہ قادیانیوں کی بناوٹی پوزیشن

(۲) عدالت میں یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی طرف سے اس کے وکیل نے عدالت کے دیئے ہوئے سات سوالوں کے جواب میں جو بیان دیا ہے اس سے مسلمانوں اور قادیانیوں کا اختلاف رفع ہو جاتا ہے۔ میں نے اس بیان کو پورے غور کے ساتھ پڑھا ہے۔ میری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ اس بیان سے پوزیشن میں ذرہ برابر بھی تغیر واقع نہیں ہوتا اور اس کے باوجود نزاع و اختلاف کے وہ تمام اسباب جوں کے توں باقی رہتے ہیں جو اب تک خرابی کے موجب رہے ہیں۔ اس بیان میں قادیانیوں نے پوری ہوشیاری کے ساتھ یہ کوشش کی ہے کہ اپنی اصلی پوزیشن کو تاویلوں کے پردے میں چھپا کر ایک بناوٹی پوزیشن عدالت کے سامنے پیش کریں تاکہ عدالت ان سے دھوکا کھا کر ان کے حق میں مفید مطلب رپورٹ بھی دے دے اور وہ

اپنی سابق روش پر علیٰ حالہٖ قائم بھی رہ سکیں۔ ان کی سابق تحریروں اور ان کے اب تک کے طرز عمل سے جو شخص کچھ بھی واقفیت رکھتا ہو وہ یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے اس بیان میں اپنی پوزیشن بدل کر قریب قریب وہ پوزیشن اختیار کرلی ہے جو لاہوری احمدیوں کی پوزیشن تھی۔ لیکن یہ تبدیلی وہ صاف صاف یہ کہہ کر اختیار نہیں کرتے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ نزاع ختم کرنے کے لئے اپنے عقیدے اور مسلک میں یہ تغیر کررہے ہیں۔ بلکہ وہ اسے اس رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ ہماری پوزیشن ابتداء سے یہی رہی ہے۔ حالانکہ یہ صریح غلط بیانی ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ عملاً اپنی سابق پوزیشن کی توثیق کررہے ہیں اور آئندہ بھی اسی پر قائم رہنا چاہتے ہیں، البتہ عارضی طور پر اس تحقیقات کے دوران میں انہوں نے ایک مناسب وقت پوزیشن اختیار کرلی ہے جو تحقیقات کا دور گزرنے کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی۔ اس فریب کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی اگر ان کے بیان کا ذرا تفصیلی جائزہ لے کر دیکھ لیا جائے۔

(الف) عدالت نے سوال کیا تھا کہ جو مسلمان مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے کیا وہ مومن اور مسلم ہیں؟ جواب میں وہ کہتے ہیں:

"کسی شخص کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو نہ ماننے کی وجہ سے غیر مسلم نہیں کہا جاسکتا"۔

"مگر یہ جواب دینے کے ساتھ ہی انہیں یاد آجاتا ہے کہ ان کی پچھلی تحریرات اس کے بالکل خلاف ہیں۔ اس لئے وہ ان کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ:

"ممکن ہے کہ ہماری بعض سابقہ تحریرات سے غلط فہمی پیدا کرنے

کی کوشش کی جائے اس کے متعلق ہم کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ہماری ان
سابقہ تحریرات میں جو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں وہ ہماری مخصوص
ہیں، عام محاورے کو جو مسلمانوں میں رائج ہے استعمال نہیں کیا گیا
ہے، کیونکہ ہم نے اس مسئلے پر یہ کتابیں غیر احمدیوں کو مخاطب کر کے
شائع نہیں کیں بلکہ ہماری یہ تحریرات جماعت کے ایک حصے کو مخاطب
کر کے لکھی گئی ہیں، اس لئے ان تحریرات میں ان اصطلاحات کو مدنظر
رکھنا ضروری نہیں تھا جو دوسرے مسلمانوں میں رائج ہیں"۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنی سابق تحریرات کی تردید نہیں بلکہ توثیق کر رہے ہیں اور عدالت کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ان تحریرات کا مفہوم ان کے موجودہ جواب کے خلاف نہیں ہے۔ اب ذرا ان کی سابق تحریروں میں سے صرف دو عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں
ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر
اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔

(آئینہ صداقت، مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صفحہ ۳۵)

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ
کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں
مانتا، وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔

(کلمۃ الفصل، مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب ص ۱۱۰)

صاف دیکھا جا سکتا ہے کہ ان دونوں عبارتوں میں محض مرزا صاحب کے نہ

ماننے کی وجہ سے مسلمانوں کو کافر، پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ کیا یہ باور کیا جا سکتا کہ یہ تینوں الفاظ قادیانیوں کی مخصوص اصطلاحات ہیں، اور ان کا مفہوم وہ نہیں ہے جو مسلمانوں میں عام طور پر رائج ہے؟ اس طرح کی تحریروں کی یہ تاویل کس قدر بھونڈی تاویل ہے کہ ہم نے یہ تحریرات جماعت کے ایک حصے (یعنی لاہوری احمدیوں) کو مخاطب کر کے لکھی تھیں۔ آخر کون نہیں جانتا کہ لاہوری احمدیوں سے قادیانیوں کا جس بات پر پچھلے ۳۵ سال جھگڑا رہا ہے وہ اسی نکتے پر تھا کہ قادیانی مرزا صاحب کی نبوت تسلیم نہ کرنے والے سب مسلمانوں کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتے تھے اور لاہوری ان کے اس عقیدے کو غلط ٹھیراتے تھے۔ اس مباحثے میں اگر فریقین کے نزدیک "کافر" اور دائرۂ اسلام سے خارج کا مفہوم وہ نہ تھا جو مسلمانوں میں عام طور پر رائج ہے تو پھر جھگڑا کس بات پر تھا؟

(ب) عدالت کا دوسرا سوال یہ تھا کہ جو شخص مرزا صاحب کی نبوت تسلیم نہ کرے کیا وہ کافر ہے؟ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل صاحب اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ :

> "کافر کے معنی عربی زبان میں نہ ماننے والے کے ہیں۔ پس جو شخص کسی چیز کو نہیں مانتا اس کے لئے عربی زبان میں کافر کا لفظ ہی استعمال ہو گا۔ بس ایسے شخص کو جب تک وہ یہ کہتا ہے کہ میں فلاں چیز کو نہیں مانتا اس کو اس چیز کا کافر سمجھا جائے گا"۔

اس عبارت سے عدالت کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو لغوی معنی میں کافر کہتے ہیں نہ کہ اسلام کے اصطلاحی معنی میں۔ لیکن یہ صریح دھوکا ہے۔ اوپر مرزا بشیر الدین محمود صاحب اور صاحبزادہ بشیر احمد

صاحب کی جو دو عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان دونوں میں "کافر" کی تشریح "دائرۂ اسلام سے خارج" کے الفاظ میں کی گئی ہے اور اس کی مزید تشریح مرزا بشیرالدین محمود صاحب اور صاحب زادہ بشیر احمد صاحب کی یہ عبارات کرتی ہیں :

"ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیراحمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں"۔

(انوار خلافت صفحہ ۹۰)

"اب جب کہ یہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ مسیح موعود کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی تو کیوں خواہ مخواہ غیراحمدیوں کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے"۔

(کلمۃ الفصل صفحہ ۱۴۸)

ان عبارتوں کی موجودگی میں یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ قادیانی حضرات مرزا صاحب کے منکر مسلمانوں کو محض "نہ ماننے والے" کے معنی میں کافر کہتے ہیں؟ پھر اس سے بھی زیادہ بڑا دھوکہ اس بیان میں دیا گیا ہے کہ :

"ہمارے نزدیک آنحضرت ﷺ کے بعد کسی مامور من اللہ کے انکار کے ہرگز یہ معنی نہ ہوں گے کہ ایسے لوگ اللہ اور رسول کریم کے منکر ہو کر امت محمدیہ سے خارج ہیں یا یہ کہ مسلمانوں کے معاشرے سے خارج کر دیئے گئے ہیں"۔

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ نہایت ہوشیاری کے ساتھ استعمال کئے گئے ہیں۔ ان میں مسلمانوں کے دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کی نفی نہیں کی گئی ہے بلکہ

صرف امت محمدیہ ﷺ میں شامل ہونے کا اثبات کیا گیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جو شخص محمد ﷺ کو مانتا ہو اور مرزا صاحب کو نہ مانتا ہو وہ "امت محمدیہ" سے خارج نہیں ہو سکتا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے حضرت عیسیٰ کو ماننے والا آدمی محمد ﷺ کا انکار کرنے کے باوجود امت عیسویہ میں، اور حضرت موسیٰ کو ماننے والا شخص حضرت عیسیٰ کے انکار کے باوجود امت موسویہ میں شمار ہو گا، البتہ ایسے کسی شخص کو "دائرۂ اسلام میں" داخل نہیں سمجھا جائے گا۔ اسی طرح قادیانی حضرات مرزا صاحب کے منکر مسلمانوں کو امت محمدیہ میں تو ضرور شامل سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ محمد ﷺ کے منکر نہیں ہیں، مگر دائرۂ اسلام سے بہرحال خارج سمجھتے ہیں کیونکہ خدا کے ایک نبی کا انکار بھی آدمی کے دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور ان کے نزدیک مرزا صاحب خدا کے نبی ہیں۔ پھر دوسرے فقرے میں وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ یہ نہیں ہے کہ غیر احمدی مسلمان دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہیں، بلکہ از راہ لطف و کرم صرف یہ کہتے ہیں "مسلمانوں کے معاشرے" سے خارج نہیں کر دیئے گئے ہیں"۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا معاشرہ ان کے قبضے میں نہیں ہے جس سے وہ کسی کو خارج کر سکیں۔

(ج) عدالت کا تیسرا سوال یہ تھا کہ ایسے کافر ہونے کے دنیا اور آخرت میں کیا نتائج ہیں؟ اس کا جواب صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل صاحب یہ دیتے ہیں کہ :

> "ایسے کافر کی کوئی دنیوی سزا مقرر نہیں ہے۔ وہ اسلامی حکومت میں ویسے ہی حقوق رکھتا ہے جو ایک مسلمان کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح عام معاشرہ کے معاملہ میں بھی وہ وہی حقوق رکھتا ہے جو ایک مسلمان کے ہیں۔ ہاں خالص اسلامی حکومت میں وہ حکومت کا ہیڈ نہیں بن سکتا۔ باقی رہے اخروی نتائج سو ان نتائج کا حقیقی علم تو صرف اللہ کو ہے"۔

یہاں پھر عدالت کو بالکل غلط اطلاع بہم پہنچائی گئی ہے۔ قادیانی حضرات

مسلمانوں پر جس کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اس کے دنیوی نتائج صاحبزادہ بشیر احمد صاحب کے الفاظ میں دراصل یہ ہیں :

> "حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں؟ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی، دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے۔ اور دنیوی تعلق کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے، تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریم ﷺ نے یہودیوں تک کو سلام کا جواب دیا ہے"۔ (کلمتہ الفصل صفحہ ۱۶۹)

رہے اس کفر کے اخروی نتائج تو وہ خود مرزا غلام احمد صاحب پر "نازل شدہ الہام" کے بموجب یہ ہیں:

> "جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے"۔... (تبلیغ رسالت۔ جلد نہم صفحہ ۲۷)

اب یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ قادیانی حضرات کی نگاہ میں جو وزن مرزا صاحب کے الہام کا ہو سکتا ہے وہ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے اس بیان کا نہیں ہو سکتا جو انہوں نے اس تحقیقات کی ضرورت سے صدر انجمن احمدیہ کے وکیل کی حیثیت

میں دیا ہے۔ نیز مرزا صاحب کے مسلک کی جو تفسیر ان کے "اہل بیت" میں سے ایک بزرگ نے فرمادی ہے اسے بہرحال وکیل صاحب کے بیان کی بہ نسبت زیادہ سند اعتبار حاصل ہوگی۔

(د) عدالت کا سوال یہ تھا کہ کیا مرزا صاحب کو رسول کریم ﷺ کی طرح اور اسی طریقہ سے الہام ہوتا تھا؟ جواب میں اقرار کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب پر وحی نازل ہوتی تھی، اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وحی مرتبے اور حیثیت میں اس وحی سے کم تر تھی جو نبی ﷺ پر نازل ہوا کرتی تھی۔ لیکن یہ عدالت کے سوال کا صحیح جواب نہیں ہے۔ اس میں جو بات چھپائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قادیانی عقیدے کے مطابق مرزا صاحب کی وحی اپنی نوعیت کے لحاظ سے ویسی ہی ہے جیسی نبی ﷺ کی وحی تھی اور اس کے نہ ماننے والے کی حیثیت وہی ہے جو قرآن کے نہ ماننے والے کی ہے۔ یہ بات مرزا غلام احمد صاحب نے خود ان الفاظ میں بیان کی ہے :

آنچہ من بشنوم زوحیِ خدا بخدا پاک دانمش زخطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم از خطاہا ہمیں ست ایمانم
بخدا ہست ایں کلام مجید ازدہان خدائے پاک و وحید
آں یقینے کہ بود عیسیٰ را برکلامے کہ شد بروالقا
واں یقین کلیم برتورات واں یقیں ہائے سید السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(درثمین صفحہ ۲۸۷، مجموعہ کلام مرزا غلام احمد صاحب نزول مسیح ص ۹۹)

(ھ) عدالت کا سوال تھا کہ کیا احمدیوں کے مذہب میں ان لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے خلاف کوئی حکم موجود ہے جو مرزا صاحب کو نہ مانتے ہوں۔ جواب میں

اقرار کیا گیا ہے کہ "اس وقت تک جماعتی فیصلہ یہی رہا ہے کہ غیراز جماعت لوگوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے"۔ اور اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ اب مرزا صاحب کی ایک ایسی تحریر مل گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "جو شخص حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ کا مکفّر یا مکذب نہ ہو اس کا جنازہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں"۔ لیکن اگر خط کشیدہ الفاظ پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے درحقیقت سابق کی پوزیشن میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ یہ ظاہر بات ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ایک مدعی نبوت کے معاملے میں آدمی کے لئے دو ہی رویئے ممکن ہیں۔ یا اس کے دعوے کو مان لے، یا اس کا انکار کر دے۔ اقرار اور انکار کے درمیان کوئی مقام نہیں ہے۔ اب جو شخص ان کے دعوے کا انکار کرتا ہے وہ چاہے مکفّر نہ ہو، مگر مکذب ہونے سے کسی طرح نہیں بچ سکتا۔ اس طرح غیراحمدی مسلمانوں کی نماز جنازہ کے معاملے میں قادیانیوں کی پوزیشن عملاً وہی رہتی ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ ایک مدعی نبوت کے معاملے میں مکذب لازماً صرف اسی شخص کو نہیں کہتے جو صاف الفاظ میں اس کو جھوٹا کہے۔ بلکہ اس کے دعوے کا انکار بھی اس کی تکذیب ہی ہے۔

(د) عدالت کا سوال تھا کہ کیا احمدی اور غیراحمدی میں شادی جائز ہے اور ایسی شادی کے خلاف ممانعت کا کوئی حکم موجود ہے۔ جواب میں وکیل صاحب بیان فرماتے ہیں کہ "احمدی مرد کی غیراحمدی لڑکی سے شادی کی کوئی ممانعت نہیں۔ البتہ احمدی لڑکی کے غیراحمدی مرد سے نکاح کو ضرور روکا جاتا ہے"۔ نیز یہ کہ دراصل اس ممانعت کی بنا احمدیت سے بغض اور عداوت رکھنے والوں کے اثر سے لڑکیوں کو بچانا تھا"۔ اور یہ کہ "کوئی احمدی اپنی لڑکی کا نکاح غیر احمدی مرد سے کر دے تو اس کے نکاح

کو کالعدم قرار نہیں دیا جاتا"۔ لیکن اس جواب میں اصل پوزیشن عدالت کے سامنے پیش نہیں کی گئی۔ اصل پوزیشن وہ ہے جو صاحب زادہ بشیر احمد صاحب نے کلمۃ الفصل میں بایں الفاظ بیان کی ہے:

"حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے"... (صفحہ ۱۶۹)

(ز) صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل صاحب نے اپنے بیان میں عدالت کو یہ باور کرانے کی بھی کوشش کی ہے کہ قادیانیوں نے مسلمانوں کی تکفیر اور ان سے عبادت و معاشرت میں مقاطعہ کرنے کی جو روش اختیار کی ہے اس کی نوعیت عام مسلمانوں کی دینی و اخلاقی حالت پر مختلف اصلاح پسند لوگوں کی تنقیدوں اور علماء کے فتاویٰ تکفیر سے مختلف نہیں ہے۔ حالانکہ ان دونوں کے درمیان اصولاً بڑا فرق ہے۔ مسلمانوں کے بہت سے قدیم و جدید اصلاح پسند لوگوں نے اپنی تنقیدوں میں قوم کی عام اخلاقی و دینی حالت پر تنقید کرتے ہوئے جو ملامت آمیز باتیں کہی اور لکھی ہیں ان کا منشا ساری قوم کی تکفیر کرنا نہیں ہے بلکہ ان کو اصلی اور حقیقی اسلام کی طرف واپس آنے کے لئے اکسانا ہے، اور وہ کوئی نئی بات منوانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اسلام کے

انہی عقائد اور احکام کی پیروی کا مطالبہ کرتے ہیں جو سب مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہیں۔ اسی طرح مختلف فرقوں کے علماء نے ایک دوسرے کی تکفیر میں جتنی تحریریں بھی لکھی ہیں وہ زیادہ تر اس بنیاد پر ہیں کہ ایک عالم کی رائے میں دوسرے فرقے کے لوگ اسلام کے مسلمہ عقائد سے ہٹ گئے ہیں، نہ اس بنیاد پر کہ وہ اس عالم کی پیش کردہ کسی نئی بات کو نہیں مانتے۔ اس کے برعکس قادیانیوں نے تمام غیر احمدی مسلمانوں کے مقابلے میں تکفیر اور عبادات و معاشرت کے مقاطعے کی جو روش اختیار کی ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کے دعوائے نبوت کو نہیں مانتے، اور ظاہر ہے کہ یہ دعوائے نبوت ایک نئی چیز ہے اور اس عقیدۂ ختم نبوت کے بالکل خلاف ہے جو تمام مسلمانوں کے نزدیک اسلام کا مسلمہ عقیدہ ہے۔ یہ بنیادی اور اصولی فرق اس واقعی فرق کے علاوہ ہے کہ قادیانی تکفیر کے سوا کوئی دوسری تکفیر ایسی نہیں ہے جس نے مسلمانوں کے کسی فرقے کو عام مسلمانوں سے عبادات، شادی، بیاہ، معاشی مفاد اور سیاسی آرزوؤں اور تمناؤں میں عملاً بالکل الگ کر دیا ہو اور زندگی کے ہر میدان میں اس کو سوادِ اعظم سے نبرد آزما کر دیا ہو۔

قادیانیوں کی جارحانہ روش محض اتفاقی نہیں ہے

۳۔ عدالت میں یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ اگر احمدی اپنے جارحانہ طور طریقوں سے باز آجائیں اور ریاست کے اندر ایک ریاست قائم کرنے کی کوشش ترک کر دیں تو کیا پھر بھی انہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جائے گا، اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جو کچھ اس وقت تک قادیانیوں سے ظہور میں آیا ہے وہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں ہے بلکہ ایک اُمت کے اندر دوسری اُمت بنانے کا لازمی اور فطری نتیجہ ہے۔ ہر دعوائے نبوت عین اپنی فطرت کے تقاضے سے ایک مستقل

امت پیدا کرتا ہے اور اسے ان سب لوگوں سے جدا کر دیتا ہے جو اس دعوے کو نہ مانیں یہ نئی امت اگر صاف اور سیدھے طریقے سے پہلی امت سے الگ ہو جائے تو نزاع اور تصادم کی وہ خاص حالت کبھی پیدا نہیں ہو سکتی جو قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان پیدا ہوئی ہے۔ لیکن اگر وہ امت کے اندر ایک امت بن کر رہنا چاہے تو کشمکش برپا ہونا ناگزیر ہے۔ کیونکہ اس صورت میں مذہبی نزاع کو معاشرتی نزاع بننے سے اور پھر معاشی و سیاسی نزاع تک پہنچنے سے کسی طرح نہیں روکا جا سکتا۔ لہٰذا محض خیالی مفروضات پر کوئی ایسی رائے قائم کرنا لاحاصل ہے جو واقعات کی دنیا میں نہ چل سکتی ہو۔ قادیانیوں کے مسلمانوں میں شامل رہنے کی کوئی صورت اگر ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ وہ مرزا صاحب کی نبوت کا عقیدہ چھوڑ دیں۔ اور اگر وہ اسے نہیں چھوڑ سکتے تو پھر انہیں مسلمانوں سے الگ ایک امت بن کر رہنا چاہئے اور اس امر واقعی کو دستوری و قانونی حیثیت سے تسلیم کیا جانا چاہئے۔

کفر تکفیر اور خروج از اسلام

۴۔ عدالت میں کفر اور تکفیر کے متعلق کچھ اصولی سوالات بھی چھیڑے گئے ہیں مگر ان کے واضح اور تشفی بخش جوابات نہیں دیئے گئے۔ اس سلسلے میں چند باتیں وضاحت کے ساتھ عدالت کے سامنے آجانی چاہئیں۔

(الف) (کفر) اور خروج از اسلام ہر صورت اور ہر حالت میں لازماً ایک ہی چیز نہیں ہیں۔ جو کفر انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ آدمی (۱) ان بنیادی عقائد سے کسی کا انکار کر دے جن کے ماننے کا اسلام میں مطالبہ کیا گیا ہے، یا (۲) کسی ایسے قول یا فعل کا مرتکب ہو جو صریح طور پر انکار کا مترادف ہو، مثلاً بت کو سجدہ کرنا یا نبی ﷺ کو گالی دینا یا قرآن کی بالا رادہ توہین

کرنا یا خدا اور رسول کے ثابت شدہ احکام میں سے کسی کو ماننے سے انکار کر دینا، یا

(۴) ایمانی عقائد میں حذف یا اضافے یا تحریف کی نوعیت کا کوئی ایسا ردوبدل کر دے جس سے وہ عقیدہ بنیادی طور پر بگڑ جاتا ہو، مثلاً توحید کے ساتھ شرک جلی کی آمیزش یا انبیاءؑ کے زمرے میں کسی غیر نبی کو شامل کرنا اور اس کی تعلیمات کو وحی منزل من اللہ ماننا۔

(ب) مذکورۂ بالا کفر کے سوا قرآن اور حدیث میں بہت سے ایسے کافرانہ یا منافقانہ افعال، اخلاق اور خیالات کا ذکر کیا گیا ہے جن کے لئے یا تو کفر کا لفظ استعمال ہوا ہے، یا یہ کہا گیا ہے کہ ایسے لوگ مومن نہیں ہیں، یا دوسرے ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو سلب ایمان کے ہم معنی ہیں۔ مثلاً استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کو قرآن میں کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ترک نماز کو حدیث میں کفر کہا گیا ہے۔ جہاد سے جی چرانے والوں پر قرآن و حدیث، دونوں میں منافقت کا حکم لگایا گیا ہے۔ بدعہدی اور خیانت کرنے والے کے متعلق حدیث میں صاف کہا گیا ہے کہ اس کا دین ہے نہ ایمان۔ اس طرح کی آیات اور احادیث کا صحیح مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض فرقوں (مثلاً معتزلہ اور خوارج) نے اور بعض دوسرے غیر محتاط لوگوں نے ہر ایسے شخص کو خارج از اسلام ٹھیرا دیا جو خدا اور رسول کے ان ارشادات کا مصداق ہو۔ مگر نہ تو قرآن و حدیث کا سیاق و سباق یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس خاص نوعیت کا کفر و نفاق آدمی کو خارج از ملت کر دیتا ہے، اور نہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کا عمل ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ جن لوگوں میں اس نوعیت کا کفر و نفاق پایا گیا ان کو مسلمانوں کی ملت سے نکال باہر کیا گیا ہو۔ اسی وجہ سے محتاط اہل علم نے ہمیشہ اس کفر و نفاق اور خارج از ملت کر دینے والے کفر

کے درمیان فرق ملحوظ رکھا ہے اور انہیں خلط ملط کر دینے کی سخت مخالفت کی ہے۔ مصلحینِ امت نے اگر کبھی اس نوعیت کے کافرانہ خصائل رکھنے والوں کو نامسلمان کہا بھی ہے تو ڈرانے اور اطاعت کی طرف مائل کرنے کے لئے کہا ہے نہ کہ واقعی دائرۂ اسلام سے خارج کر دینے کے لئے۔

(ج) کسی شخص کے قول یا فعل سے اگر کوئی ایسا مفہوم نکلتا ہو جو کفر صریح کا ہم معنی ہو تو اس پر تکفیر کا فتویٰ دینے سے پہلے ضروری ہے کہ (۱) خود اس شخص سے اس کی بات کا مطلب پوچھا جائے، (۲) اس کے اقوال و افعال پر بحیثیت مجموعی نگاہ ڈال کر دیکھا جائے کہ اس کے اس خاص قول و فعل یا کون سا مفہوم اس کے مجموعی طرز و عمل سے مناسبت رکھتا ہے، اور (۳) اگر اس کے قول یا فعل کی اچھی اور بری دونوں تاویلیں ممکن ہوں تو اچھی تاویل کو ترجیح دی جائے الایہ کہ بڑی تاویل کو ترجیح دینے کے لئے قوی قرائن موجود ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سے علماء نے ان ضروری احتیاطوں کا لحاظ کئے بغیر دوسروں پر بے تحاشا تکفیر کے فتوے جڑ دیئے ہیں، مگر اس طرح کی غیر محتاط تکفیر کبھی یہ نتیجہ پیدا نہ کر سکی کہ جس کی تکفیر کی گئی ہو وہ واقعی خارج از ملت قرار پا گیا ہو۔ صرف یہی نہیں کہ ایسے مکفّرین کے دلائل کو دوسرے علماء کے دلائل نے بے وزن کر دیا، بلکہ مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر نے بھی تکفیر کے ان فتووں کو قبول نہ کیا۔ تاریخ میں صرف چند ہی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ کسی فرقے کے خارج از ملت ہونے پر مسلمانوں میں اتفاق ہوا ہو، اور ایسی ہر مثال میں خروج از ملت کا اتفاق کسی ایسے کفر صریح کی وجہ سے ہوا ہے جس میں واقعی کسی تاویل کی گنجائش نہ تھی۔ مثلاً نصیریوں کے معاملے میں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہتے تھے۔ یا فرقہ یزیدیہ کے معاملے میں، جو اس بات

کے قائل تھے کہ محمد ﷺ کے بعد ایک اور نبی آئے گا اور اس کے آنے پر شریعتِ محمدیہ منسوخ ہو جائے گی۔ یا فرقہ میمونیہ کے معاملے میں جو سورۂ یوسف کو قرآن کی ایک سورۃ ماننے سے انکار کرتے تھے۔ ان گنی چنی مثالوں پر اب صرف ایک قادیانی گروہ کا اضافہ ہوا ہے جن کی تکفیر (بمعنی خروج از ملت) پر تمام علماء اسلام اور عام مسلمان متفق ہو گئے ہیں، کیونکہ وہ بات ہی ایسی لے کر اٹھے ہیں جس کی موجودگی میں ہمارا اور ان کا بیک وقت مسلم و مومن ہونا ممکن نہیں ہے ان کا نبی اگر سچا ہے تو ہم کافر ہیں۔ اور جھوٹا ہے تو وہ کافر ہیں۔

(د) بلاشبہ ایک حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے شخص کو کافر کہے اور وہ در حقیقت کافر نہ ہو تو کفر اسی شخص کی طرف پلٹ جائے گا جس نے اسے کافر کہا تھا۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جو کوئی میری تکفیر کرے میں جواب میں اس کی تکفیر کر ڈالوں۔ یہ بات نہ حدیث کے الفاظ سے نکلتی ہے، اور نہ آنحضرت ﷺ کا یہ منشا ہو سکتا تھا کہ جھگڑالو شخصیتوں کو تکفیر بازی کے لئے ایک ہتھیار فراہم کر دیں۔ حدیث کا منشا صرف یہ ہے کہ تکفیر کا فتویٰ دیتے ہوئے آدمی کو ڈرنا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ جس کی وہ تکفیر کر رہا ہو وہ حقیقت میں کافر نہ ہو اور خدا کے ہاں الٹا یہ مفتی ہی کفر بانٹنے کے جرم میں پکڑا جائے۔

تحقیقاتی عدالت میں
مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی
کے تیسرے بیان کے اقتباسات

مرزا غلام احمد صاحب کی تحریک کے مختلف مراحل، ان میں مرزا صاحب کے مختلف دعوے، اور قادیانی عقیدہ و عمل پر ان دعوؤں کے اثرات)

مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۸۰ء میں ایک مبلغ اور مناظر اسلام کی حیثیت سے مسلمانوں میں نمودار ہوئے۔ اس وقت سے لے کر اپنی وفات (۲۶ مئی ۱۹۰۸ء) تک اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں انہوں نے جن عقائد اور خیلات کا اظہار کیا ان کو بیان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان مراحل کو تاریخی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کردیں تاکہ ہر مرحلے کے بیانات سے ان کا فرق اچھی طرح سمجھا جاسکے۔

تاریخی ترتیب

۱۔ ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۸ء۔ اس دور میں مرزا صاحب محض ایک مبلغ اسلام اور غیر مسلم حملہ آوروں کے مقابلے میں اسلام کی مدافعت کرنے والے مناظر تھے۔ ان کو پورا اصرار تھا کہ ان کے عقائد تمام مسائل میں وہی ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں۔ اگرچہ ان کی تحریروں میں طرح طرح کے مخفی دعوے دیکھ کر مسلمان کھٹکتے تھے، مگر

مرزا صاحب اپنے اقوال کی توجیہات کر کے مسلمانوں کو مطمئن کر دیتے تھے۔

۲۔ دسمبر ۱۸۸۸ء میں انہوں نے بیعت کے لئے اشتہار دیا اور ۱۸۸۹ء کے آغاز سے بیعت لینی شروع کی۔ اس وقت انہوں نے صرف "مجدد وقت" اور "مامور من اللہ" ہونے کا دعویٰ کیا، اور مسیحؑ سے اس بنا پر اپنی مماثلت ظاہر کی کہ جس فروتنی اور مسکینی کی حالت میں وہ تھے اسی حالت میں مرزا صاحب بھی دعوت و تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں عام مسلمان مرزا صاحب کے متعلق اچھے خیالات رکھتے تھے۔ البتہ یہ دیکھ کر کھٹکتے تھے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو تمام اولیائے امت سے افضل کہتے ہیں۔

(سیرۃ المہدی مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب۔ حصہ اول صفحہ ۸۹۰۳۱۰۱۵ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۱-۱۲-۱۵)

۳۔ ۱۸۹۱ء میں انہوں نے مسیحؑ کی موت کا اعلان اور خود مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا جس سے مسلمانوں میں کھلبلی مچ گئی (سیرۃ المہدی صفحہ ۳۰، ۸۹) اس دور کے آغاز میں مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ : پھر میں تقریباً بارہ برس تک، جو ایک زمانۂ دراز ہے، بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے { براہین (یعنی براہین احمدیہ) میں مسیح موعود قرار دیا ہے، اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدے پر جما رہا۔ جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تواتر سے اس بارے میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے"۔

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح صفحہ ۷)

دوسری جگہ لکھتے ہیں :

"اگرچہ کہ خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی، مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے اس لئے میں نے خدا کی وحی کے ظاہر پر عمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا ہے تو ہی ہے"۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹)

۴۔ ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب کے خاص خاص مریدوں نے ان کو صاف صاف نبی کہنا شروع کیا اور ان کو وہی حیثیت دینی شروع کر دی جو قرآن کی رو سے انبیاء علیہم السلام کی ہے۔ مرزا صاحب کبھی ان کے اس قول کی تصدیق و تائید کرتے تھے، اور کبھی نبوت کے الفاظ کی توجیہ ناقص نبی، جزوی نبی، محدث وغیرہ الفاظ سے کر کے ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے تھے جو نبوت کے دعوے پر ایمان لانے میں متامل تھے۔ اس دور میں ۷ اگست ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب کے ایک خاص مرید مولوی عبدالکریم صاحب نے خود مرزا صاحب کی موجودگی میں ایک خطبہ جمعہ پڑھا جس میں انہوں نے احمدیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ "اگر تم مسیح موعود کو ہر ایک اَمر میں حَکم نہیں ٹھیراؤ گے اور اس پر ایمان نہیں لاؤ گے جیسا صحابہ نبی کریم پر ایمان لائے تو تم بھی ایک گونہ غیر احمدیوں کی طرح اللہ کے رسولوں میں تفریق کرنے والے ہو گے"۔ مرزا صاحب نے جمعہ کے بعد ان الفاظ میں اس کی توثیق کی کہ "یہ بالکل میرا مذہب ہے جو آپ نے بیان کیا"۔ (کلمۃ الفصل، صاحبزادہ بشیر احمد

صاحب۔ صفحہ ۱۶۷) مگر اس توثیق کے باوجود مرزا صاحب خود نبوت کے صریح دعوے سے مجتنب رہے۔ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے بقول اس زمانہ میں مرزا صاحب کا عقیدہ یہ تھا کہ "آپ کو حضرت مسیح پر جزوی فضیلت ہے اور آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے تو یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے اور ناقص نبوت" (بقول الفصل صفحہ ۲۴) نیز مزید توضیح کے لئے ملاحظہ ہو منکرین خلافت کا انجام از جلال الدین صاحب شمس صفحہ ۱۹)

۵۔ ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا صاف صاف اعلان کیا اور اپنی اکثر تحریروں میں اس نبوت و رسالت کو "ناقص"، "جزوی" اور "محدثیت" وغیرہ الفاظ سے محدود کرنا ترک کر دیا (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۳۱) جلال الدین شمس صاحب اپنی کتاب "منکرین خلافت کا انجام" میں اس کے متعلق یہ تصریح کرتے ہیں کہ : "۱۹۰۱ء سے پہلے کی بعض تحریرات میں حضرت اقدس (یعنی مرزا صاحب) نے اپنے نبی ہونے سے انکار کیا اور لکھا کہ آپ نبی نہیں بلکہ محدث ہیں۔ لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریرات میں آپ نے اپنی نبوت کو نہ جزئی قرار دیا نہ ناقص نہ محدثیت والی نبوت، بلکہ صاف الفاظ میں اپنے آپ کو نبی لکھتے رہے"۔ (صفحہ ۱۹)۔ اسی کے متعلق مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب فرماتے ہیں : ۱۹۰۱ء میں اپنے عقیدے میں تبدیلی کی ہے اور ۱۹۰۰ء ایک درمیان عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے ..... پس یہ ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء کے پہلے کے حوالے، جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے، اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے"۔

(حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۱)

۶۔ ۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب نے منجملہ اور دعاوی کے ایک دعویٰ یہ بھی کیا کہ وہ کرشن ہیں۔ (لیکچر سیالکوٹ از مرزا صاحب، مورخہ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۴)

ان مختلف مراحل میں مرزا صاحب نے ان مسائل کے متعلق جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان مابہ النزاع رہے ہیں، کیا بیانات دیئے، اور ان کی جماعت کا کیا موقف رہا، ان کو ہم علیحدہ علیحدہ عنوانات کے تحت ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ختم نبوت

ابتدائی عقیدہ

۷۔ ختم نبوت کے متعلق مرزا صاحب کا ابتدائی عقیدہ وہی تھا جو تمام مسلمانوں کا ہے، یعنی یہ کہ محمد ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ چنانچہ وہ اپنی متعدد کتابوں میں اس کی یوں تصریح کرتے ہیں:

> ا۔ "کیا تو نہیں جانتا کہ پروردگار رحیم و صاحب فضل نے ہمارے نبی ﷺ کا بغیر استثناء کے خاتم النبین نام رکھا اور ہمارے نبی نے اہل طلب کے لئے اس کی تفسیر اپنے قول لانبی بعدی میں واضح طور پر فرما دی؟ اور اگر ہم اپنے نبی ﷺ کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم باب وحی بند ہو جانے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے اور یہ صحیح نہیں، جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے۔ اور ہمارے رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی کیونکر آ سکتا ہے درآنحالیکہ آپ کی وفات کے

بعد وحی منقطع ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ فرما دیا"۔

(حمامۃ البشریٰ، مرزا غلام احمد صاحب۔ صفحہ ۳۴)

۲۔ "آنحضرت ﷺ نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف، جس کا لفظ لفظ قطعی ہے، اپنی آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے"۔

(کتاب البریہ، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۸۴)

۳۔ "کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا"

(ازالۂ اوہام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۵۷۷)

۴۔ "قرآن کریم بعد خاتم النبین کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا ہو یا پرانا"۔

(ازالۂ اوہام، صفحہ ۷۶۱)

۵۔ "پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالاتِ رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے"۔

(ایام الصلح، مرزا غلام احمد صاحب۔ صفحہ ۱۴۶)

۶۔ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں، اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو

قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں، اور سیدنا و مولانا محمد ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں"۔

(اشتہار مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء از مرزا صاحب، مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ ۲)

۷ - "اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔

(تحریری بیان از مرزا غلام احمد صاحب جو ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو جامع مسجد دہلی میں پڑھ گیا۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم، صفحہ ۴۴)

(۲) ابتدائی دعووں کی توجیہات

۸۔ مرزا صاحب کی جن تحریرات سے مسلمانوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوا تھا کہ وہ نبوت کے مدعی ہیں، یا دعویٰ کرنے والے ہیں، ان کی حسب ذیل توجیہات کر کے ابتداءً وہ مسلمانوں کو مطمئن کرتے رہے:

۱۔ "ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت، جو زیر سایۂ نبوت محمدیہ اور باتباع آں جناب ﷺ اولیاء اللہ کو ملتی ہے، اس کے ہم قائل ہیں ..... غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں، صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے"۔

(اشتہار از مرزا غلام احمد صاحب، مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۳۰۲)

۲۔ "یہ عاجز نہ نبی ہے اور نہ رسول ہے، صرف اپنے نبی معصوم محمد ﷺ کا ایک ادنیٰ خادم اور پیرو ہے"۔

(ارشاد مرزا غلام احمد صاحب مندرجہ قمرالہدیٰ، مؤلفہ قمرالدین صاحب جہلمی، صفحہ ۵۸)

۳۔ "یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اس بندے پر نازل فرمایا اس میں اس بندے کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں ...... ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت ﷺ نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا رسول کے لفظ سے یاد کرے"۔

(سراج منیر، مرزا غلام احمد صاحب۔ صفحہ ۳۰۲)

۴۔ "اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے، اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آ گیا ہے، لیکن وہ شخص غلط کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے ...... سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارے کے رنگ میں ہیں، اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے، اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں"۔

(مرزا صاحب کا خط مندرجہ اخبار الحکم قادیان، مورخہ ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء منقول از مسیح موعود اور ختم نبوت، مولوی محمد علی صاحب ایم اے صفحہ ۴)

۵ - "میں نبی نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں"۔

(آئینہ کمالات اسلام مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۳۴)

۶- "میں نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی...... میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے۔

(حمامۃ البشریٰ، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۹۶)

۷ - "محدث جو مرسلین میں سے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی"۔

(ازالہ اوہام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۵۶۹)

۸ - محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے، گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں، مگر جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے، کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ اُمورِ غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں، اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے"۔

(توضیح مرام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۸)

۹ - "اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت بھی حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا، اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم

کفر نہیں، مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے"۔

(انجام آتھم، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۲۷)

۱۰۔ "پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی، یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ (مخاطبہ رکھتے ہیں؛ میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں، ولکل ان یصطلح"۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۶۸)

۱۱۔ "تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح المرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے، یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے، یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہی، یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں، ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے ..... سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم تصور شدہ فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں، کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے..... بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمالیں"۔

(تحریری بیان مورخہ ۳ فروری ۱۸۹۲ء جو جلسہ عام میں پڑھا گیا۔ مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد ۲، صفحہ ۹۵)

(۴) نبوت کے مختلف دعوے

۶۔ پھر مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس دعوے کی بھی ایک شکل نہ تھی بلکہ مختلف مواقع پر متعدد شکلیں تھیں :

الف امتی نبی

۱۔ "بعد میں خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"۔

(حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۴۹)

(ب) غیر صاحب شریعت

۲۔ "اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا، اور بغیر شریعت کے نبی ہو نہیں سکتا مگر وہی جو پہلے سے امتی ہے، پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی"۔

(تجلیات الٰہیہ، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۲۴)

(ج) صاحب شریعت :

۳۔ "یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا...... میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی..... اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ھذا لفی الصحف الاولی، صحف ابراھیم وموسی، یعنی قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے"۔

(اربعین نمبر۴، مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۷۔ ۸۳)

(د) ظلّی و بروزی نبی :

۴۔ "جس طرح حقیقی اور مستقل نبوتیں نبوت کی اقسام ہیں اسی طرح ظلّی اور بروزی نبوت بھی نبوت کی ایک قسم ہے...... مسیح موعود کا ظلّی نبی ہونا مسیح موعود سے نبوت کو نہیں چھینتا بلکہ صرف نبوت کی قسم ظاہر کرتا ہے.... اور جو حقیقی اور مستقل نبیوں کو حقوق حاصل ہیں وہی ظلّی نبی کو بھی حاصل ہیں، کیونکہ نفس نبوت میں کوئی فرق نہیں"۔

(کلمۃ الفصل صفحہ ۱۱۸)

(ھ) بروز محمد ﷺ

(۵) "میں جب آیت واخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے

براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے"۔

(ایک غلطی کا ازالہ، مرزا غلام احمد صاحب)

(د) تمام انبیاء کا مجموعہ :

(۶) "دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے میں آدمؑ ہوں، میں نوحؑ ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسمٰعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں، یعنی بروزی طور پر"۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۸۴)

(ز) نبوت مرزا صاحب پر ختم :

(۷) "اس امت میں نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں ہیں"۔

(حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۳۹۱)

۸ - "امت محمدیہ میں ایک سے زیادہ نبی کسی صورت میں بھی نہیں آسکتے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت میں سے صرف ایک نبی اللہ کے آنے کی خبر دی ہے جو مسیح موعود ہے اور اس کے سوا قطعاً کسی کا نام نبی اللہ یا رسول اللہ نہیں رکھا اور نہ کسی اور کے آنے کی آپ نے خبر دی ہے بلکہ لا نبی بعدی فرما کر اوروں کی نفی کر دی اور کھول

کر بیان فرمادیا کہ مسیح موعود کے سوا میرے بعد قطعاً کوئی نبیؔ یا رسول نہیں آئے گا"۔

(تشحیذ الاذہان، جلد ۹ نمبر ۳ صفحہ ۳۰ تا ۳۲)

(۴) ختم نبوت کی مختلف تاویلیں :

۱۰۔ ان مختلف دعووں کو نباہنے کے لئے مرزا صاحب نے اور ان کی جماعت نے مختلف مواقع پر ختم نبوت کی جو مختلف تاویلیں کی ہیں وہ درج ذیل ہیں :

پہلی تاویل :

۱۔ "اگر ایک امتی کو، جو محض پیروی آنحضرت ﷺ سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت کو پاتا ہے، نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی، کیونکہ وہ امتی ہے..... مگر کسی ایسے نبی کا آنا جو امتی نہیں ہے ختم نبوت کے منافی ہے"۔

(چشمہ مسیحی، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۴۱)

۲۔ (آنحضرت ﷺ) "ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا اور رسول نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو"۔

(چشمہ معرفت، مرزا غلام احمد صاحب، ضمیمہ، صفحہ ۹)

دوسری تاویل :

۳۔ "اللہ جل شانہ، نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا، یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔

اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبین ٹھیرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوی بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش نہیں ہے"۔

(حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۹۶)

۴۔ "خاتم النبین کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ "خاتم النبین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے"۔

(ملفوظات احمدیہ، محمد منظور الٰہی، حصہ پنجم۔ صفحہ ۲۹۰)

تیسری تاویل:

۵۔ "خدا نے ایسا کیا کہ اپنی حکمت اور لطف سے آپ کے (یعنی محمد ﷺ کے) بعد تیرہ سو برس تک اس لفظ (یعنی نبوت) کو آپ کی امت سے اٹھا دیا تاکہ آپ کی نبوت کی عظمت کا حق ادا ہو جائے (یعنی آپ کے بعد ہی دوسرے لوگوں کے نبی کہلانے سے آپ کی نبوت کی ہتک نہ ہو) اور پھر چونکہ اسلام کی عظمت چاہتی تھی کہ اس میں بھی بعض ایسے افراد ہوں جن پر آنحضرت کے بعد لفظ نبی اللہ بولا جائے اور تاکہ پہلے سلسلے سے (یعنی موسوی انبیاء کے سلسلے سے) مماثلت پوری ہو، آخری زمانے میں مسیح موعود کے واسطے آپ کی زبان سے نبی اللہ کا لفظ نکلوا دیا"۔

(ارشاد مرزا غلام احمد صاحب مندرجہ اخبار الحکم قادیان، مورخہ ۷ اپریل ۱۹۰۳ء، منقول از رسالہ ختم نبوت از فخر الدین ملتانی، صفحہ ۱۰)

چوتھی تاویل :

۶۔ ”میں ظلی طور پر محمد ہوں، ﷺ پس اس طور سے خاتم النبین کی مہر نہیں ٹوٹی، کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی، یعنی بہرحال محمد ﷺ ہی نبی رہا نہ اور کوئی۔ یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ میرے آئینہ ظلّیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا“۔

(ایک غلطی کا ازالہ، مرزا غلام احمد صاحب)

وحی

۱۱۔ ختم نبوت کی طرح وحی اور نزول جبرئیل کے متعلق بھی مرزا صاحب کا موقف مختلف مراحل میں پیہم بدلتا رہا ہے جس کی کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے :

(ا) ابتدائی موقف :

۱۔ ”اگر ہم اپنے نبی ﷺ کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم باب وحی بند ہو جانے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے اور یہ صحیح نہیں، جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے۔ اور ہمارے رسول ﷺ کے بعد نبی کیونکر آسکتا ہے درآنحالیکہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی“۔

(حمامۃ البشریٰ مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۳۴)

۲۔ (ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے

اور صرف ایک ہی فقرہ جبرئیل لا دیں اور پھر چپ ہو جائیں، یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہی، کیونکہ جب ختمیت کی مہرہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے ..... اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے"۔

(ازالہ اوہام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۵۷۷)

۳۔ "قرآن کریم بعد خاتم النبین کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات ممتنع ہے کہ رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو"۔

(ازالہ اوہام، صفحہ ۷۶۱)

۴۔ "رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو...... بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تاقیامت منقطع ہے"۔

"(ازالہ اوہام، صفحہ ۶۱۴)

۵۔ "پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے۔ کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہو

گی"۔

(ایام الصلح، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۴۶)

(۲) دوسرا موقف

۱۔ "ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں، اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت، جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آں جناب ﷺ اولیاء اللہ کو ملتی ہے، اس کے ہم قائل ہیں"۔

(اشتہار مرزا غلام احمد صاحب تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۳۰۲)

۷۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے"۔

(جنگ مقدس، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۶۷)

۸۔ "میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں"۔

(آئینہ کمالات اسلام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۳۸۳)

(۳) تیسرا موقف

۹۔ "یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے وحیِ الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔ صرف قصوں کی پوجا کرو۔ پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہ راست خدا

تعالیٰ کا کچھ پتہ نہیں لگتا؟

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، صفحہ ۱۸۴۔ واضح رہے کہ براہین احمدیہ کا حصہ پنجم ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا تھا)

۱۰ "آنچہ من بشنوم زوحی خدا
بخدا پاک دانمش زخطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم
از خطاہا ہمیں ست ایمانم
بخدا ہست ایں کلام مجید
از دہان خدائے پاک و وحید"

(درثمین، مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۲۸۷، نزول المسیح، مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۹۹)

۱۱۔ "اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے، جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا"۔

(ایک غلطی کا ازالہ مرزا غلام احمد صاحب)

۱۲۔ "مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توراۃ اور انجیل اور قرآن کریم پر"۔

(اربعین نمبر ۴، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۲۵)

۱۳۔ "آمد نزد من جبرئیلؑ و مرا برگزید و گردش داد انگشت خود را و اشارہ کرد خدا ترا از دشمناں نگہ خواہد داشت"۔

(مواہب الرحمان، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۴۳)

مسیح اور نزول مسیح کا مسئلہ

۱۴۔ مسیحؑ اور ان کی آمد ثانی اور خود اپنے مسیح موعود ہونے کے باب میں مرزا صاحب کا موقف مختلف مراحل میں مختلف رہا ہے۔ اس کا نقشہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

پہلا موقف

۱۔ "اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں، یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں ہے جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو..... میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ جو شخص میرے پر الزام لگا دے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔ بلکہ میری طرف سے عرصہ سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل ہوں"۔

(ازالہ اوہام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۹۰)

۲۔ "ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانے میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں"۔

(ازالہ اوہام، مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۱۹۹)

۳۔ "اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات و انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی

مشابہ واقع ہوئی ہے"۔

(براہین احمدیہ، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۴۹۹)

۴۔ "مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں"۔

(اشتہار مرزا غلام احمد صاحب، تبلیغ رسالت، جلد اول، صفحہ ۱۵)

۵۔ "اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثل بھی نبی (ہونا) چاہئے کیونکہ مسیح نبی تھا، تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھیرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہو گا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہو گا اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا"۔

(توضیح المرام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۹)

(۲) دوسرا موقف:

۶۔ "اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی، اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بنا دیں گے، اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو آنے والا تھا۔ جس میں لوگ شک کرتے ہیں یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک محض نافہمی سے ہے"۔

(کشتی نوح، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۴۸)

۷۔ "اس نے براہین احمدی کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا، پھر جیساکہ براہینِ احمدیہ سے ظاہر ہے، دو برس تک صفتِ مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا، پھر...... مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارے کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھیرایا گیا، اور آخری کئی مہینے کے بعد، جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھیرا، اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سر خفی کی مجھے خبر نہ دی"۔

(کشتی نوح، صفحہ ۴۶)

۸۔ "سو یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والا ابن مریم یہی ہے جس نے عیسیٰ ابن مریم کی طرح اپنے زمانے میں کسی ایسے شیخ والد روحانی کو نہ پایا جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھیرتا۔ تب خدا تعالیٰ خود اس کا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لیا اور اپنے بندے کا نام ابن مریم رکھا.... پس مثالی صورت کے طور پر یہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی والد روحانی ہے؟ کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربع میں سے کسی سلسلے میں یہ داخل ہے؟ پھر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے؟"

(ازالہ اوہام مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۶۵۹)

۹۔ "اب یہ بھی جاننا چاہئے کہ دمشق کا لفظ جو "مسلم" کی حدیث

میں وارد ہے، یعنی صحیح مسلم میں یہ جو لکھا ہے کہ حضرت مسیح دمشق کے منارۂ سفید مشرقی کے پاس اتریں گے، یہ لفظ ابتداء سے محقق لوگوں کو حیران کرتا چلا آیا ہے [۱] واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں..... خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق میں ایک مشابہت اور مناسبت رکھتا ہے"۔

(حاشیہ ازالہ اوہام، صفحہ ۶۳ تا ۷۳)

۱۰۔ "مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے، اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے"۔

(ایک غلطی کا ازالہ، تبلیغ رسالت جلد ۱۰، صفحہ ۱۸)

---

(۱) واضح رہے کہ دمشق کے لفظ پر مرزا صاحب سے پہلے کسی صاحب علم کو حیرانی نہیں پیش آئی۔ علم حدیث کے جتنے شارحین ہیں ان میں سے کسی کے کلام میں بھی حیرانی کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ البتہ مرزا صاحب کو ضرور یہ حیرانی لاحق رہی ہو گی کہ حدیث میں ایک مشہور و معروف مقام کی تصریح ہونے کے باوجود وہ کس طرح مسیح موجود بنیں۔

قادیانی جماعت کا ایک "امت" ہونا

۱۴۔ مرزا صاحب نے خود یہ اصول بھی بصراحت بیان کیا ہے کہ ایک نبی ایک امت وجود میں لاتا ہے، اور پھر انہوں نے خود ہی اپنی جماعت کو امت کہا بھی ہے۔ اس کے ثبوت میں چند عبارات درج ذیل ہیں :

۱۔ "جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعوے میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے..... اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام بھی سنا دے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو"۔

(آئینہ کمالات اسلام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۳۴۴)

۲۔ "یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا..... میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی"۔

(اربعین، نمبر ۴، مرزا غلام احمد صاحب، ص ۷، ۸۳)

۳۔ "پہلا مسیح صرف مسیح تھا، اس لئے اس کی امت گمراہ ہو گئی اور موسوی سلسلے کا خاتمہ ہو گیا۔ اگر میں بھی صرف مسیح ہوتا تو ایسا ہی ہوتا۔ لیکن میں مہدی اور محمد ﷺ کا بروز بھی ہوں، اس لئے میری امت کے دو حصے ہوں گے۔ ایک وہ جو مسیحیت کا رنگ اختیار کریں

گے۔ اور یہ تباہ ہو جائیں گے۔ اور دوسرے وہ جو مہدویت کا رنگ اختیار کریں گے"۔

(ارشاد مرزا غلام احمد صاحب مندرجہ الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۱۶ء)

مرزا صاحب کو نہ ماننے کے نتائج، اعتقادی حیثیت سے

اس امر میں بھی مرزا صاحب کا موقف مختلف رہا ہے کہ جو لوگ ان کو نہ مانیں ان کی پوزیشن کیا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف مراحل پر انہوں نے اور ان کی جماعت کے اکابر نے جو مختلف موقف اختیار کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ابتدائی موقف:

۱۔ "یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے..... اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھیرتا ہے"۔

(توضیح مرام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۸)

یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں، گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں، ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن سکتا"۔

۲۔ "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافریا دجال نہیں ہو سکتا، ہاں ضال اور جادۂ صواب سے منحرف ضرور ہو گا۔ اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔

(تریاق القلوب، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۳۰)

۳۔ "اور ہر ایک مسلمان جس کو میری تبلیغ کی گئی ہے، گو وہ مسلمان ہے، مگر مجھے اپنا حکم نہیں ٹھیراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے جانتا ہے، وہ آسمان پر قابل مواخذہ ہے"۔

(تحفۃ الندوۃ، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۴)

۴۔ "جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا، یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا، وہ بھی حقیقت اسلام اور غائت، نبوت اور غرض رسالت سے بے خبر محض ہے اور وہ اس بات کا حق دار نہیں ہے کہ اس کو سچا مسلمان، خدا اور اس کے رسول کا سچا تابعدار اور فرمانبردار کہہ سکیں .... اس کے نہ ماننے والوں اور اس سے انحراف کرنے والوں کا نام فاسق رکھا ہے"۔

(حجۃ اللہ تقریر لاہور از مرزا غلام احمد صاحب، منقول از النبوۃ فی الاسلام، مولوی محمد علی ایم اے، صفحہ ۲۱۴)

آخری موقف

۵۔ "جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا اور تیرا مخالف رہے گا، وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے

والا جہنمی ہے"۔

(اشتہار معیار الاخیار از مرزا غلام احمد صاحب، مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰، منقول از کلمۃ الفصل، صاحبزادہ بشیر احمد صاحب، صفحہ ۱۲۹)

۶۔ "اب جب کہ یہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ مسیح موعود کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی تو کیوں خواہ مخواہ غیر احمدیوں کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے"۔

(کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۲۶)

۷۔ "حضرت (مرزا صاحب) نے جہاں کہیں بھی غیر احمدیوں کو مسلمان کہہ کر پکارا ہے وہاں صرف یہ مطلب ہے کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں، ورنہ آپ حسب حکم الٰہی اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھتے تھے"۔

(کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۲۶)

۸۔ " (مرزا غلام احمد صاحب کی تحریر کا حوالہ دینے کے بعد) "حضرت مسیح موعود کی اس تحریر سے بہت سی باتیں حل ہو جاتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ اطلاع دی کہ تیرا انکار کرنے والا مسلمان نہیں، اور صرف یہ اطلاع دی بلکہ حکم دیا کہ تو اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھ۔ دوسرے یہ کہ حضرت صاحب نے عبدالحکیم خاں کو جماعت سے اس واسطے خارج کیا کہ وہ غیر احمدیوں کو مسلمان کہتا تھا۔ تیسرے یہ کہ مسیح موعود کے منکروں کو مسلمان کہنے کا عقیدہ ایک خبیث عقیدہ ہے۔ چوتھے یہ کہ جو ایسا عقیدہ رکھے اس کے لئے رحمت الٰہی کا دروازہ بند ہے"۔

(کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۲۵)

۹۔ "کفر دو قسم پر ہے۔ ایک کفر یہ کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے..... اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں"۔

(حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۷۹)

۱۰۔ "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں"۔

(آئینہ صداقت، مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، صفحہ ۳۵)

۱۱۔ "ہر ایک شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے، مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا، یا محمد ﷺ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے"۔ (کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۱۰)

۱۲۔ "قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد ﷺ کو اتارا تاکہ وہ اپنے وعدے کو پورا کرے"۔

(کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۰۵)

۱۳۔ "پس مسیح موعود خود رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے"۔

(کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۵۸)

۱۴۔ اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہونا چاہئے، کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ وہی ہے"۔

(کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۴۷)

۱۵۔ "جو شخص ظاہر کرتا ہے کہ میں نہ ادھر کا ہوں نہ ادھر کا ہوں، اصل میں وہ بھی ہمارا مکذب ہے اور جو ہمارا مصدق نہیں اور کہتا ہے کہ میں ان کو اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے"۔

(ارشاد مرزا غلام احمد صاحب، مندرجہ اخبار بدر مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء منقول از منکرین خلافت کا انجام، صفحہ ۸۲)

مرزا صاحب کو نہ ماننے کے نتائج عملی حیثیت سے

۱۶۔ "اس کے بعد حضرت مسیح موعود نے صاف حکم دیا کہ "غیر احمدیوں کے ساتھ ہمارے کوئی تعلقات ان کی غمی اور شادی کے معاملات میں نہ ہوں۔ جب ان کے غم میں ہم نے شامل ہی نہیں ہونا تو پھر جنازہ کیسا"۔

(الفضل، ۱۸ جون ۱۹۱۶ء)

۱۷۔ "حضور مرزا صاحب فرماتے ہیں غیر احمدی کی لڑکی لے لینے میں حرج نہیں ہے کیونکہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح جائز ہے"۔

(الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۲۰ء)

۱۸۔ "یہ اعلان بغرض آگاہی عام شائع کیا جاتا ہے کہ احمدی لڑکیوں کے نکاح غیر احمدیوں سے کرنے ناجائز ہیں۔ آئندہ احتیاط کی

جائے"۔ (اعلان ناظر امور عامہ قادیان، الفضل ۱۴ فروری ۱۹۲۴)

۱۹۔ "حضرت مرزا صاحب نے اپنے بیٹے (مرزا فضل احمد مرحوم) کا جنازہ محض اس لئے نہیں پڑھا کہ وہ غیر احمدی تھا"۔

(الفضل، ۱۵ دسمبر ۱۹۲۱ء)

۲۰۔ "پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی، تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفّر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو"۔

(اربعین نمبر ۳، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۳۴)

۲۱۔ "میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو لوگ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کا جنازہ جائز نہیں، کیونکہ میرے نزدیک وہ احمدی نہیں ہیں، اسی طرح جو لوگ غیر احمدیوں کو لڑکی دے دیں اور وہ اپنے اس فعل سے توبہ کئے بغیر فوت ہو جائیں، ان کا جنازہ بھی جائز نہیں"۔

(مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا خط الفضل، ۱۳ اپریل ۱۹۲۶ء)

۲۲۔ "حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریم نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں؟ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی، دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا

ہوتا ہے۔ اور دنیوی تعلق کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے، تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کہا جاتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریم ﷺ نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے"۔

(کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۶۹)

سید مودودی علیہ الرحمہ کی فکر افروز، ایمان افزا تحریریں

سستا دعوتی لٹریچر

- اسلام — ایک جامع تہذیب
- سوچنے کی باتیں
- کلمہ طیبہ کے معنی
- کلمہ طیبہ پر ایمان لانے کا مطلب
- مسلمان کسے کہتے ہیں
- قانونی اور حقیقی اسلام
- سرورِ عالمؐ کا اصلی کارنامہ
- عبادت
- نمازیں بے اثر کیوں ہوگئیں
- زندگی بعد موت
- روزہ
- روزہ اور ضبطِ نفس
- زکوٰۃ کی حقیقت
- معراج کی رات
- قربانی کی شرعی حیثیت
- جہاد — کامیابی کا راستہ
- مسلمان کا نصب العین
- اصلاحِ حکومت کی اہمیت
- کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ
- ایمان کی کسوٹی
- مسلمان ہونے کیلئے علم کی ضرورت
- مسلم اور کافر کا اصلی فرق
- خدا کی اطاعت کس لئے
- نماز میں آپ کیا پڑھتے ہیں
- نمازِ باجماعت
- دین اور شریعت
- روزے کا اصل مقصد
- انفاق فی سبیل اللہ
- زکوٰۃ کے احکام
- شب برات
- قربانی پر منکرینِ حدیث کا حملہ
- جہاد اور اس کے تقاضے

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳۔ ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)